ماہنامہ ماہِ نور دہلی

مراسلت و ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ ماہِ نور
419، اُردو بازار، جامع مسجد، دہلی-110006

MAAH-E-NOOR Monthly
419, Urdu Bazar, Matia Mahal,
Jama Masjid, Delhi - 110006

E-mail:mahenoormonthly@gmail.com, Website : www.abulghaus.com

قیمت فی شمارہ	:	15روپے
قیمت سالانہ	:	170روپے
بیرونِ ممالک	:	20ڈالر
لائف ٹائم ممبر شپ	:	5000روپے
// // بیرون ممالک	:	300ڈالر

Printer, Publisher & Owner
SYED ABUL HASAN

Published at:
2229, Star Offset Printing Press
Ahata Hajjan Bi, Rodgran, Delhi-6

Published from:
419, Urdu Bazar, Matia Mahal,
Jama Masjid, Delhi - 110006

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضمون نگار	مضمون	کالم
5	محمد ارشاد عالم نعمانی	مڈ ڈے میل اموات اور حکومتِ بار	اداریہ
7	انس مسرور	نعت شریف	زمزمے
8	مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی	مسائلِ قرآنیہ	انوارِ قرآن
12	حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی	عورتوں کا وقار حیا اور پردہ میں ہے	اسرارِ سنّت
14	حامد علی علیمی	قبورِ مسلمین کی بے حرمتی کی سزا	حق نما
17	علامہ قاری محمد طیب نقشبندی	دلائلِ ختمِ نبوت	تحفظ ختم نبوت
26	شاہ محمد عثمانی	ملک العلما مولانا ظفر الدین	شخصیت
29	ابواُسامہ ظفر القادری بکھروی	امامِ اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت	اسلاف شناسی
35	ایم۔ زہیب یٰسین	اسلام اور سائنس	جائزہ
37	محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی	صاحبزادہ حاجی محمد فضلِ کریم	خراجِ عقیدت
42	صادق رضا مصباحی	ائمہ مساجد کی تنخواہوں کا مسئلہ	آئینہ
45	اقبال موسیٰ جی ماسٹر	سفرِ حج میں پرائیویٹ ٹور آپریٹرس کی بدعنوانیاں	بزمِ عام
57	ادارہ	اہم خبریں	منظرنامہ

خصوصی موضوع:
’الفقیہ‘ امرتسر اور تحفظ ختم نبوت

صفحہ نمبر	مضمون نگار	مضمون
48	محمد ثاقب رضا قادری	فتنۂ مرزائیت اور ہفت روزہ اخبار ’الفقیہ‘ امرتسر

محمد ارشاد عالم نعمانی

مِڈ ڈے میل اموات اور حکومتِ بہار

مِڈ ڈے میل (سرکاری پرائمری اسکولی بچوں کے کھانے کی اسکیم) کا آغاز ۱۹۵۷ء میں تمل ناڈو کے وزیر اعلیٰ ' کے کامراج ' کے ذریعہ ہوا اور سب سے پہلے اس اسکیم کا نفاذ کامیاب منصوبہ اور نفع بخش مقاصد کے تحت تمل ناڈو ہی میں ہوا۔ پھر ایک طویل عرصے تک دیگر صوبوں اور ریاستوں میں اس کے تعلق سے کوئی سرگرمی نہیں ہوئی۔ بالآخر ۱۹۹۵ء میں یوم آزادی کے دن مِڈ ڈے میل منصوبہ پورے ملک میں الگ الگ مرحلو میں نافذ کرنے کا اعلان ہوا۔

حکومتوں کی جانب سے اس اعلان کے پیچھے مستقبل کی تعمیر و ترقی کے اہم مقاصد تھے۔ اس اسکیم کا فائدہ کئی طرح سے سامنے بھی آیا کہ اس کے ذریعہ ملک و قوم کے اُن نادار اور مفلس و پسماندہ طلبہ کے لیے تعلیم کی راہ ہموار ہوئی جو معاشی ناآسودگی کی وجہ سے کبھی اسکول کا منہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ان کا بچپن تعلیم سے کوسوں دور تھا لیکن اس اسکیم کے ذریعہ ایسے بچوں کے اندر تعلیمی اسپرٹ پیدا کرنے میں مدد ملی، شرحِ خواندگی میں اضافہ ہوا۔ کم از کم کھانے ہی کی غرض سے بچے اسکول جانے لگے۔ خاص طور سے اس اسکیم کا فائدہ دیہی علاقوں میں اُمید سے زیادہ کامیاب ہوا لیکن برا ہو ہماری گھٹیا اور گندی سیاست کا کہ یہ کامیاب اور انقلابی منصوبہ بھی ہماری گندی سیاست اور بدعنوانی کا شکار ہو رہا ہے۔

بہار میں چھپرہ کا سانحہ جس میں ۲۲ معصوم بچے موت کی آغوش میں پہنچ گئے اور اس سے کہیں زیادہ بچے اسپتال میں داخل ہیں، نہ صرف اندوہناک اور افسوسناک ہے بلکہ تشویشناک بھی ہے۔

واضح ہو کہ ضلع چھپرہ کے مشرق گاؤں کے ایک پرائمری اسکول میں ۱۶/ جولائی ۲۰۱۳ء کو مِڈ ڈے میل کھانے کے فوراً بعد سو بچوں کی حالت بگڑ گئی۔ فوراً انھیں اسپتال لے جایا گیا جن میں ۲۲ بچے کی موت ہوگئی اور بقیہ مختلف اسپتالوں میں زیرِ علاج ہیں۔

موصولہ خبر کے مطابق جو بچے ہلاک ہوئے یا اب بھی اسپتال میں داخل ہیں انھیں ۱۶/ جولائی ۲۰۱۳ء کو دن میں مِڈ ڈے میل کے طور پر کھچڑی تقسیم کی گئی تھی جس میں سویابین بھی دیا گیا تھا، لیکن اس میں آرگینک فاسفورس بلکہ سیدھے لفظوں میں زہر کہاں سے آ گیا؟ یہ سیاسی حلقوں سے لے کر سماجی کارکنان ہر ایک کے نزدیک موضوعِ بحث بنا ہوا ہے اور ہر کوئی اس پر اپنی سیاست چمکانے کے فراق میں ہے۔ ان معصوم بچوں کے اہلِ خانہ سے ہمدردی اور اظہارِ غم کے بجائے جس طرح سیاست کا بازار گرم کیا جا رہا ہے وہ افسوسناک ہونے کے ساتھ غیر اخلاقی بھی ہے۔

مِڈ ڈے میل کھانے سے بچوں کے مرنے اور بیمار ہونے کا یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بھی وقتاً فوقتاً اس طرح کے واقعات سامنے آتے رہے ہیں، جس سے یہ نتیجہ بآسانی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مِڈ ڈے میل کی نگرانی میں حد درجہ بے احتیاطی سے کام لیا جاتا ہے، جبھی تو اس طرح کے حادثات پے در پے سامنے آ رہے ہیں۔ ابھی چھپرہ سانحہ موضوعِ بحث بنا ہی ہوا تھا کہ خبر ملی کہ بہار کے مدھوبنی ضلع کے ایک اسکول میں بھی یہ واقعہ سامنے آیا کہ وہاں بھی مِڈ ڈے میل کھانے کی وجہ سے ۱۵/ بچے اسپتال میں داخل کرائے گئے۔

اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ مفت دوپہر کے کھانے کی اسکیم سرکاری اسکولوں میں اس لیے نافذ کی گئی تھی کہ اس سے غریب بچوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد تعلیم کی طرف مائل ہوگی اور سماج کے معاشی طور پر کمزور طبقوں میں تعلیم کا رجحان بڑھے گا لیکن مرکزی حکومت کے اس منصوبے کو جس طرح سرمایہ کے دلالوں نے اپنی جیب بھرنے کے لیے مسخ کر دیا ہے اس کی مثال پورے ملک میں دیکھی جا سکتی ہے۔ موجودہ دَور کے ان ہوس پرستوں کا جو دولت جمع کرنے کی لالچ میں انسانی زندگیوں سے کھلواڑ کرنے میں بھی دریغ نہیں کرتے یہاں تک کہ معصوم بچوں کی جانوں تک سے کھیل جاتے ہیں ان کا تو مقصد ہی صرف دولت کمانا ہوتا ہے چاہے وہ جیسے حاصل ہو۔ جائز طریقے سے حاصل ہو یا ناجائز طریقے سے یا لوگوں کو موت کے منہ میں ڈھکیل کر حاصل ہو۔ اس سے ان کو کوئی غرض نہیں لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو سزائیں نہیں مل پاتیں۔ مختلف اسکیموں میں خرد برد یا بدعنوانی میں ملوث افراد کی اگر سخت پکڑ ہوتی اور انھیں قرار واقعی سزائیں بھی ملتیں تو آئندہ کے لیے نہ صرف وہ اپنی اُن حرکتوں سے باز آ جاتے بلکہ دوسرے لوگ بھی ان سے عبرت حاصل کرتے اور اس طرح کے کام کی جرأت و ہمت نہیں کرتے۔

خوش آئند بات یہ ہے کہ حکومتِ بہار نے اس اندوہناک حادثے کی جانچ کے لیے اعلیٰ افسران کی ٹیم مقرر کی ہے اور انھیں اس حادثے کی فوری انکوائری کا حکم دیا ہے ساتھ ہی مہلوکین کے خاندان کے لیے دو دو لاکھ معاوضے کی رقم کا اعلان بھی کیا ہے۔ ایک خبر کے مطابق بہار کے کٹیہار ضلع کے ڈی ایم ورِیندر پرسا دیادو نے مِڈ ڈے میل کو بہتر اور شفاف نظام کے تحت چلانے کے لیے ذمہ داران کو سخت انتباہ کرتے ہوئے مندرجہ ذیل آٹھ نکاتی ہدایات بھی جاری کی ہیں:

(۱) اسکول کھلتے ہی درجہ وار طلبہ کی حاضری درج کی جائے اور اس کے مطابق مڈ ڈے میل پکایا جائے۔
(۲) کھانے کی تیاری سے قبل باورچی کھانے اور برتنوں کی صفائی یقینی بنائیں۔
(۳) این جی او کی طرف سے خوراک فراہم کیے جانے والے اسکولوں میں اس کے معیار کی جانچ ہیڈ ماسٹر کریں اور کھانا خراب پکائے جانے پر اس کی اطلاع بلاک سادھن سیوی کو دیں۔
(۴) مڈ ڈے میل کی نگرانی اور انتظام کے لیے الگ سے ایک استاد کا تقرر کیا جائے۔
(۵) کھانا پکانے کے دوران باورچی اور ان کے معاون ایپرن ٹوپی کا استعمال کریں۔
(۶) کھانا پکاتے وقت صفائی کا خاص خیال رکھا جائے بالخصوص سبزیوں کو اچھی طرح دھوکر پکایا جائے۔
(۷) کھانا تیار ہونے کے بعد تمام کلاس ٹیچر بچوں کو صف میں بٹھا کر ہاتھ دھلوائیں اور اپنی نگرانی میں کھانا کھلائیں۔
(۸) کھانا تیار ہونے کے بعد نامزد استاد یا ہیڈ ماسٹر کھانے کو چکھ کر رجسٹر میں اس کے معیار پر تبصرہ لکھیں۔ ان قوانین پر مکمل طور پر عمل کیا جائے۔

اِن آٹھ نکاتی ہدایات پر ہر جگہ عمل کی ضرورت ہے جبھی اس طرح کے سانحاتی حادثوں سے تحفظ مل سکتا ہے اور چھوٹے چھوٹے معصوم بچے بلا خوف و خطر تعلیم گاہوں سے فیض یاب ہوسکتے ہیں اور یہ اسکیم اپنے مطلوبہ مقاصد کی تحصیل میں کامیابی سے ہمکنار ہوسکتی ہے۔

حالیہ سانحاتی حادثہ بہار کے موجودہ سیاسی منظرنامے کے لیے بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ مِڈ ڈے میل سانحہ سے قبل ۷ر جولائی ۲۰۱۳ء کی صبح بہار کے معروف شہر بودھ گیا کے مہابودھی مندر احاطہ میں سلسلہ وار دس بم دھماکے پہلے حکومت بہار کے انتظامی معاملات پر سوالیہ نشان کھڑے کر چکے ہیں اور اب اس سانحہ نے اس کی ساکھ کو مزید داغدار کر دیا ہے۔

حالیہ مِڈ ڈے میل کے سانحاتی حادثے میں سب سے غور طلب بات یہ ہے کہ مِڈ ڈے میل کے تعلق سے لاپروائی اور غفلت کی عام شکایت کے باوجود موجودہ معاملے میں پٹنہ میڈیکل کالج کے ڈاکٹروں کے مطابق کھانے میں زہریلا جراثیم کش آرگینک فاسفورس ملانے کا معاملہ سامنے آیا ہے۔ اس طبّی رپورٹ کے علاوہ اسکول کے احاطے سے زہر کی شیشی بھی برآمد کی گئی ہے۔ پی ایم سی ایچ میں زیر علاج کھانا بنانے والی منجو دیوی کا یہ اعترافی بیان بھی ہے کہ انھیں تیل پر شک ہوا تو اس نے ہیڈ ماسٹر سے شکایت کی مگر انھوں نے کہا کہ گھر کا پیرا ہوا تیل ہے اس لیے ایسا لگ رہا ہے۔ بچوں نے شکایت کی تو انھیں ڈانٹ دیا گیا۔ ان سارے پس منظر پر غور کرنے سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ یہ عام غفلت کا معاملہ نہیں بلکہ یہ سب سوچی سمجھی سازش کا حصہ معلوم ہوتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سیاست کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، بلکہ اب تو عام تاثر یہ ہے کہ سیاست کے سینے میں دل نہیں ہوتا۔ ہر پارٹی اپنے سیاسی مفاد کے حصول میں کچھ بھی کرسکتی ہے یہاں تک کہ انسانیت کا خون بھی کرسکتی ہے۔ موجودہ واقعے میں جس طرح معصوم نونہالوں کی جانوں کو قربان کر دیا گیا اس نے ایک بار پھر انسانیت کا دل دہلا کر رکھ دیا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ان سب واقعات کے پیچھے موجودہ حکومت کو داغدار کرنے کی کوئی سیاسی چال ہو۔ ویسے پچھلے دنوں مودی کو پارلیمانی انتخاب ۲۰۱۴ء کے لیے بی جے پی کا پارٹی سربراہ بنائے جانے کے بعد نتیش جی کی پارٹی سے علیحدگی بی جے پی کے لیے سوہانِ روح بنی ہوئی ہے۔ کل تک نائب وزیر اعلیٰ کے کردار میں نتیش حکومت کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملانے والے سشیل کمار مودی کو اپوزیشن لیڈر کے کردار میں آتے ہی وزیر اعلیٰ نتیش کمار اور ان کی حکومت میں خامیاں ہی خامیاں نظر آرہی ہیں۔ چنانچہ ان واقعات کے فوراً بعد ہر معاملے میں انھیں حکومت ہی ذمہ دار نظر آرہی ہے۔ غالباً انھیں یہ احساس ستائے جارہا ہے کہ پچھلی ایک دہائی سے بہار میں ترقیاتی اور تعلیمی اصلاح کی وجہ سے بہار کے لیے نتیش حکومت توجہ کا مرکز ہی بنی ہوئی ہے۔ عام آدمی کا حکومت پر اعتماد بڑھتا ہی جارہا ہے۔ یہ عام مقبولیت بی جے پی کے لیے اس وقت تک مسئلہ نہیں بنی جب تک کہ ان دونوں کے درمیان سیاسی گٹھ جوڑ قائم رہا لیکن جب سے سیاسی علیحدگی ہوئی ہے یہ ہر دلعزیزی ان کی آنکھوں کا شہتیر بنتی جارہی ہے۔ اس لیے ہر واقعہ کے رونما ہوتے ہی فوراً حکومت کو ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ جس ریاست میں ۱۶ر جون تک سب کچھ ٹھیک ٹھاک تھا وہ اچانک مسائل کی آماجگاہ کیسے بن گئی اور صرف ایک ماہ کے اندر دو بڑے واقعات اور سانحات متعدد سوالات کو جنم دیتے ہیں۔ معاملے کی تہہ تک پہنچنے اور حقائق کو بے نقاب کرنے کے لیے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان واقعات کی اعلیٰ سطحی جانچ کرائے اور سچ کو سامنے لائے۔ خاطیوں کو قانون کی گرفت میں لیا جائے، ورنہ یہ واقعات حکومت کے لیے خود مسائل پیدا کریں گے اور حکومت سے لوگوں کا اعتماد اُٹھ جائے گا، جس اعتماد کو حاصل کرنے کے لیے حکومت نے بہت کچھ جتن کیے ہیں۔ □□

ای میل: irshadnomani92@gmail.com، موبائل: 09555584637

نعت شریف
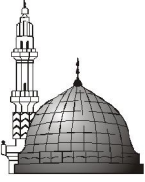
رب کی درگاہ میں بندوں کو فضیلت کے لیے
حُبِّ سرکار ضروری ہے عبادت کے لیے

جب زباں کھولی ہے سرکار کی مدحت کے لیے
آگئے جن و ملک بزم میں شرکت کے لیے

منبعِ فیض ہیں انوارِ ہدایت کے لیے
سارے اصحابِ نبی تارے ہیں اُمت کے لیے

یا نبی جس کو بھی جو چاہیں عطا فرمائیں
ملتجی میں بھی ہوں اک چشمِ عنایت کے لیے

آپ کے ذکر سے ملتا ہے طبیعت کو سکوں
آپ کا نام ہے کافی میری راحت کے لیے

آپ کے عدل و مساوات کے چرچے ہر سو
آپ مشہورِ خلائق ہیں مروّت کے لیے

دل میں اخلاصِ وفا شرط بھی ہے لازم بھی
ان کی رحمت کے لیے ان کی مودّت کے لیے

فرش بھی زیرِ قدم عرش بھی ہے زیرِ قدم
کوئی تمثیل کہاں شانِ رسالت کے لیے

کتنی صدیوں سے ہے دنیا رقم انداز مگر
نامکمل ہیں محاسن ابھی سیرت کے لیے

رب کے محبوب کی ہر لمحہ اطاعت کرنا
ہم پہ لازم ہے یہی رب کی محبت کے لیے

اے محمد وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَک والے
ہیچ ہیں لفظ و بیاں آپ کی مدحت کے لیے

جذبۂ عشقِ رسولِ عربی لازم ہے
ورنہ محشر میں ترس جاؤ گے رحمت کے لیے

جس طرح فاتحِ اقلیم نکلتا ہے کوئی
گھر سے اس طرح نکلتے ہیں وہ ہجرت کے لیے

نام لیتا ہوں تو آنکھوں سے لگا لیتا ہوں
یہ بھی اعزاز ہے انگشتِ شہادت کے لیے

جو تھے فصحائے عرب ہوگئے سب مہر بہ لب
رب سے قرآن ملا آپ کو حجت کے لیے

اب تو اس عجز سے ہارا مرے فن کا جادو
کون سا لفظ لکھوں آپ کی مدحت کے لیے

کج کلاہانِ جہاں سر کو جھکا رکھتے ہیں
اک نگاہ کرم انداز و عنایت کے لیے

مجھ سے عاجز کی خبر لیجیے اے جانِ کرم
موسمِ ہجر تو قاتل ہے طبیعت کے لیے

میرے سرکار ہی تو شافعِ محشر ہوں گے
اے گنہگارو! نہ گھبراؤ شفاعت کے لیے

دیکھنا جذبۂ صادق ہے تو اک دن ہم بھی
جائیں گے روضۂ اطہر کی زیارت کے لیے

اب تو بس آرزوئے دل ہے کہ نکلوں مسرورؔ
شہرِ طیبہ کی طرف، نازشِ جنت کے لیے

انس مسرورؔ سکراول ٹانڈہ امبیڈکر نگر

مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی☆

مسائلِ قرآنیہ

پانچویں قسط

ان ضروری مسائل کا ذکر جن کا بعض لوگ انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ قرآن شریف سے صراحتاً ثابت ہیں۔

دم درُود کرنا، پڑھ کر پھونکنا

بعض لوگ صوفیائے کرام کے تعویذ، دم، جھاڑ، پھونک کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کھانے کمانے کے ڈھنگ ہیں۔قرآن میں اس کا ثبوت نہیں بلکہ جو ہوا پیٹ میں سے نکلتی ہے وہ گرم اور بیماری والی ہوتی ہے۔وہ پھونک بیمار کرے گی شفانہ دے گی۔مگر یہ خیال قرآن کے خلاف ہے۔قرآن کریم نے دم کرنے اور پھونکنے کی تاثیر اعلان فرمایا ہے۔ آیات ملاحظہ ہوں۔پھونکنے میں تاثیر ہے۔رب تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ۔

(سورہ حجر:۹۲)

ترجمہ: تو جب میں آدم کے جسم کو ٹھیک کرلوں اوران میں اپنی طرف سے روح پھونک دوں تو ان کے لیے سجدے میں گر جانا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے روح پھونک کر آدم علیہ السلام کو زندگی بخشی۔رب تعالیٰ کا پھونکنا وہ ہے جو اس کی شان کے لائق ہو،مگر لفظ پھونکنے کا استعمال فرمایا گیا۔بلکہ جان کو روح اسی واسطے کہتے ہیں کہ وہ پھونکی ہوئی ہوا ہے۔روح کے معنی ہوا، پھونک ہیں۔اللہ بیان فرماتا ہے:

وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِیْ اَحْصَنَتْ فَرْجَھَا فَنَفَخْنَا فِیْہِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِکَلِمٰتِ رَبِّھَا وَ کُتُبِہٖ وَکَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ۔

(سورہ تحریم:۱۲)

ترجمہ: عمران کی بیٹی مریم کا جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو ہم نے اپنی طرف سے اس میں روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور کتابوں کی تصدیق کی اور فرماں برادری میں ہوئی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت جبریل نے گریبان میں دم کیا جس سے آپ حاملہ ہوئیں اور عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اسی لیے آپ کا لقب روح اللہ بھی ہے اور کلمۃ اللہ بھی یعنی اللہ کا کلمہ۔حضرت جبریل علیہ السلام نے کچھ پڑھ کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر دم کیا جس سے یہ فیض دیا۔اب بھی شفا وغیرہ کے لیے پڑھ کر دم ہی کرتے ہیں۔

اِنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ وَ اُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ۔(آل عمران:۴۹)

ترجمہ: فرمایا عیسیٰ نے کہ میں بناتا ہوں تمھارے لیے پرندے کی صورت پھر اس میں دم کرتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔ اور کوڑھی اندھے کو اچھا کرتا ہوں اور مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام دم کر کے مردے زندہ کرتے تھے۔کوڑھی اور اندھوں کو اچھا کرتے تھے۔یہاں بھی دم سے ہی یہ فیض دیئے گئے۔

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ۔

ترجمہ: اور پھونکا جائے گا صور میں تو بے ہوش ہوجائیں گے، جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔

معلوم ہوا کہ قیامت کے دن صور میں پھونکا جائے گا، جس سے مردے زندہ ہوں گے۔غرض کہ ابتدا انتہا اور بقا ہمیشہ فیض دم سے ہوا اور ہوتا ہے اور ہوگا۔اسی لیے آج بھی صوفیہ قرآن کریم پڑھ کر دم کرتے ہیں۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام بیماروں پر قرآن شریف پڑھ کر دم فرماتے تھے۔کیونکہ جیسے پھولوں سے چھوکر ہوا میں خوشبو پیدا ہوجاتی ہے ویسے ہی جس زبان سے قرآن شریف پڑھا گیا ہو اس سے چھوکر جو ہوا آوے گی وہ شفا دے گی۔اسی طرح تبرکات سے شفا ملتی ہے۔

سارے صحابہ برحق ہیں

قرآن کریم صحابہ کی حقانیت وصداقت کا اعلان فرمارہا ہے۔فرماتا ہے:

الٓمّٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَارَیْبَ فِیْہِ۔

ترجمہ: وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) شک کی جگہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا کہ قرآن میں کوئی شک وتردد نہیں۔شک کی چار صورتیں ہوسکتی ہیں۔یا تو بھیجنے والا غلطی کرے یا لانے والا غلطی کرے یا

جس کے پاس آیا ہو وہ غلطی کرے یا جنھوں نے اس سے سن کر لوگوں کو پہنچایا اور انھوں نے دیانت سے کام نہ لیا ہو۔ اگر ان چاروں درجوں میں کلام محفوظ ہے تو واقعی شک وشبہ کے لائق نہیں۔ قرآن شریف کا بھیجنے والا اللہ تعالیٰ، لانے والے حضرت جبریل علیہ السلام اور لینے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور سے لے کر ہم تک پہنچانے والے صحابۂ کرام ہیں۔ اگر قرآن شریف اللہ تعالیٰ، جبریل علیہ السلام، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک تو محفوظ رہے، لیکن صحابۂ کرام سچّے نہ ہوں اور ان کے ذریعہ قرآن ہم کو پہنچے تو یقیناً قرآن میں شک پیدا ہوگیا کیونکہ فاسق کی کوئی بات قابلِ اعتبار نہیں ہوتی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: ''اِنْ جَآءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا'' اگر تمھارے پاس فاسق کوئی خبر لاوے تو تحقیق کرلیا کرو۔ اب قرآن کا بھی اعتبار نہ رہے گا۔ قرآن پر یقین جب ہی ہوسکتا ہے کہ صحابۂ کرام کے تقویٰ و دیانت پر یقین ہو۔

هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ۔

ترجمہ: قرآن ہدایت ہے ان متقیوں کے لیے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔

یعنی اے کافرو! جن پرہیزگاروں یعنی جماعتِ صحابہ کو تم دیکھ رہے ہو، انھیں قرآن نے ہی ہدایت دی۔ اور یہ لوگ قرآن ہی کی ہدایت سے ایسے اعلیٰ متقی بنے ہیں۔ قرآن کریم نے ہی ان کی کایا پلٹ دی۔ اگر قرآن کا کمال دیکھنا ہو تو ان صحابۂ کرام کا تقویٰ دیکھو۔ اس آیت میں قرآن نے صحابۂ کرام کے ایمان و تقویٰ کو اپنی حقانیت کی دلیل بنایا۔ اگر وہاں ایمان و تقویٰ نہ ہو تو قرآن کا دعویٰ بلا دلیل رہ جائے گا۔

• وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْ نَصَرُوْا اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ کَرِیْمٌ۔

• ترجمہ: اور وہ جو ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ جنھوں نے رسول کو جگہ دی اور ان کی مدد کی۔ وہ سچے مسلمان ہیں۔ ان کے لیے بخشش ہے اور عزّت کی روزی۔

اس آیت میں صحابۂ کرام، مہاجرین اور انصار کا نام لے کر انھیں سچا مومن، متقی اور مغفور فرمایا گیا۔

• لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّ یَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه' اُولٰئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ۔ (سورہ حشر:۸)

ترجمہ: ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ و رسول کی مدد کرتے ہیں۔ وہ ہی سچّے ہیں۔

ان آیات میں تمام مہاجر صحابہ کو نام و پتہ بتا کر سچا کہا گیا ہے۔ یعنی یہ ایمان میں سچّے، اعمال میں سچّے اور اقوال کے پکّے ہیں۔

• وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَلَایَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَّ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِه' فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

ترجمہ: اور وہ جنھوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنالیا، دوست رکھتے ہیں انھیں جو ان کی طرف ہجرت کرکے آئے اور اپنے دِلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جان پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انھیں بہت محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہ ہی کامیاب ہے۔

اس آیت میں انصار مدینہ کو نام لے کر پتہ بتا کر کامیاب فرمایا گیا۔ معلوم ہوا کہ سارے مہاجرین و انصار سچّے اور کامیاب ہیں۔

• لَایَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدِ وَقَاتَلُوْا وَ کُلًّا وَّ عَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی۔ (سورہ حدید:۱۰)

ترجمہ: تم میں برابر نہیں وہ جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد فتح خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا ہے۔

اس آیت نے بتایا کہ سارے صحابہ سے رب تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے۔ لیکن وہ خلفائے راشدین جو فتح مکہ سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار رہے، وہ بہت بڑے درجہ والے ہیں۔ ان کے درجہ تک کسی کے وہم و گمان کی رسائی نہیں۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے ساری دنیا کو قلیل یعنی تھوڑا فرمایا اور اتنے بڑے عرش کو عظیم یعنی بڑا فرمایا۔ لیکن ان خلفائے راشدین کے درجہ کو چھوٹا نہ کہا۔ بڑا نہ فرمایا بلکہ اعظم یعنی بہت ہی بڑا فرمایا۔

• وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَه' یَتَزَکّٰی وَمَالِاَحَدٍ عِنْدَه' مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰی اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی۔

ترجمہ: اور دوزخ سے بہت دُور رکھا جائے گا وہ سب سے بڑا

پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جاوے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے۔

- وَلَسَوْفَ يَرْضٰى۔

(اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا)

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی جب آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھاری قیمت دے کر خریدا اور آزاد کیا۔ کفار نے حیرت سے کہا کہ شاید حضرت بلال کا آپ پر کوئی احسان ہوگا جس کا بدلہ ادا کرنے کے لیے آپ نے اتنی بڑی قیمت سے خرید کر آزاد کیا۔ ان کفار کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حسبِ ذیل خصوصی صفات بیان ہوئے۔

ان کا دوزخ سے بہت دور رہنا، ان کا سب سے بڑا متقی ہونا، ان کا بے مثل سخی ہونا، ان کے اعمال طیبہ طاہرہ کا ریا سے پاک ہونا۔ خالص رب کے لیے ہونا اور جنت میں انھیں رب تعالیٰ کی طرف سے ایسی نعمتیں ملنا جس سے وہ راضی ہو جاویں۔

لطیفہ: اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا: وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى. آپ کو آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جاویں گے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا: "وَلَسَوْفَ يَرْضٰى" عنقریب صدیق راضی ہو جاویں گے۔ معلوم ہوا آپ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی قریب ہیں۔

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

(سورہ انفال:۶۴)

ترجمہ: اے نبی! آپ کو اللہ اور آپ کی پیروی کرنے والے یہ مومن کافی ہیں۔

یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے پر نازل ہوئی، جس میں فرمایا گیا کہ حقیقتاً آپ کو اللہ کافی ہے اور عالم اسباب میں عمر کافی ہیں۔

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ (الاية) اِلٰى لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارُ۔

ترجمہ: جو صحابہ اُن نبی کے ساتھی ہیں، وہ کافروں پر سخت آپس میں نرم ہیں۔ یہ جماعت صحابہ وہ ہیں جن کی مثال توریت وانجیل میں اس کھیت سے دی گئی ہے جس نے اپنا پٹھا نکالا۔ یہاں تک کہ فرمایا تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! تمھارے صحابہ کے نام کے ڈنکے ہم نے توریت وانجیل میں بجا دیئے۔ وہ تو میری ہری بھری کھیتی ہیں، جنھیں دیکھ کر میں تو خوش ہوتا ہوں اور میرے دشمن (رافضی) جلتے ہیں۔

لطیفہ: قرآن کریم نے بعض لوگوں پر صاف فتویٰ کفر دیا۔ ایک تو نبی کی توہین کرنے والے اور دوسرے صحابہ کے دُشمن۔ صحابہ کرام کے دُشمنوں پر رب تعالیٰ نے کفر کا فتویٰ دیا۔ کسی اور سے نہ دلوایا۔

ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ۔

(سورہ توبہ ۴۰)

ترجمہ: ابوبکر دو میں کے دوسرے ہیں جبکہ وہ غار میں ہیں، جب فرماتے تھے رسول اپنے ساتھی سے غم نہ کر۔

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں اُتری۔ اس میں اس واقعہ کا ذکر ہے کہ جب غار میں یار کو لے کر بیٹھے اور سانپ سے اپنے کو کٹوایا۔ اس آیت نے ابوبکر صدیق کی صحابیت کا صراحتاً اعلان فرمایا۔ ان کی صحابیت ایسی ہی قطعی اور یقینی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت۔ کیونکہ جس قرآن نے توحید ورسالت کا صراحتاً اعلان کیا اسی قرآن نے صدیق کی صحابیت کا ڈنکا بجایا۔ لہٰذا ان کی صحابیت وعدالت پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانا۔ اور ان کی صحابیت کا منکر ایسا ہی بے دین ہے جیسے توحید ونبوت کا منکر۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔

(آل عمران:۱۳۹)

ترجمہ: نہ سست پڑو تم لوگ، نہ غمگین ہو اور تم ہی بلند ہوا گر تم سچے مومن ہو۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ (سورہ نور:۵۵)

ترجمہ: اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے، ضرور انھیں زمین میں خلافت دے گا۔ جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور جما دے گا ان کے لیے ان کا وہ دین جو ان کے لیے پسند کیا اور ضرور

ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

ان دو آیتوں میں مسلمانوں سے دو شرطوں پر چند وعدے کیے گئے ہیں۔ شرطیں ایمان اور تقویٰ کی ہیں۔ ان سے وعدہ ہے (۱) بلندی (۲) خلافت دینا (۳) خوف کے بعد امن بخشنا (۴) دین کو مضبوط کرنا۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو بلندی بھی دی۔ زمین میں خلافت بھی بخشی۔ امن بھی عطا کیا۔ اور ان کے زمانہ میں دین کو ایسا مضبوط فرمایا کہ آج اس مضبوطی کی وجہ سے اسلام قائم ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے دونوں شرطیں بھی پوری کیں۔ اور وہ مومن بھی رہے اور پرہیز گار متقی بھی۔ ورنہ انھیں یہ چار نعمتیں نہ دی جاتیں۔

یہ چند آیات بطور نمونہ پیش کی گئیں۔ ورنہ قرآن کریم کی بہت سی آیات ان حضرات کے فضائل میں ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں یہ حضرات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور رب تعالیٰ کے کمال کا نمونہ ہیں اور جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص رب تعالیٰ کے کمال کا انکار ہے۔ ایسے ہی ان کا انکار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال کا انکار ہے۔ استاد کا زور علمی شاگردوں کی لیاقت سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر صفِ اوّل کی نماز فاسد ہو تو پچھلی صفوں کی نماز درست نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ امام کو دیکھنے والی صف اوّل ہی ہے۔ اگر انجن کے پیچھے والا ڈبّہ انجن سے کٹ کر رہ جائے تو پچھلے ڈبے کبھی سفر نہیں کرسکتے۔ وہ حضرات اسلام کی صفِ اوّل ہیں اور ہم آخری صفیں۔ وہ گاڑی کا اگلا ڈبہ ہیں ہم پچھلے۔ اگر وہ ایمان سے رہ گئے تو ہم کیسے مومن ہوسکتے ہیں؟

اعتراض: ان آیتوں کے نزول کے وقت تو یہ سب مومن تھے۔ مگر حضور کی وفات کے بعد خلافت کا حق چھین کر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم نہ کرنے کی وجہ سے اسلام سے نکل گئے۔ یہ آیات اس وقت کی ہیں، بعد سے انھیں کوئی تعلق نہیں۔

جواب: اس اعتراض کے چند جواب ہیں:

ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ اگر خلفائے راشدین کا انجام اچھا نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کے فضائل قرآن شریف میں بیان نہ فرماتا۔ نیز رب تعالیٰ نے ان مذکورہ آیتوں میں خبر دی کہ یہ دوزخ سے بہت دُور رہیں گے۔ ہم انھیں اتنا دیں گے کہ وہ راضی ہوجاویں گے۔ ہم نے ان سب سے جنت کا وعدہ کرلیا۔ یہ باتیں انجام بخیر سے ہی حاصل ہوسکتی ہیں۔

دوسرے یہ کہ اگر یہ حضرات ایمان سے پھر گئے ہوتے تو اہلِ بیت خصوصاً حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے۔ خلیفۂ رسول وہ ہوسکتا ہے جو مومن اور متقی ہو۔ بلکہ جیسے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صفّین میں جنگ کی اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں جان دے دی مگر یزید کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا۔ اس وقت بھی وہ جنگ کرتے رہے۔

تیسرے یہ کہ جیسے صدیق اکبر و فاروق اعظم و عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے بعد ان کی خلافتیں میراث کے طور پر ان کی اولاد کو نہ ملیں۔ جس پر سب کا اتفاق ہوگیا، وہ خلیفہ ہوگیا۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت میں نہ میراث تھی نہ کسی کی ملکیت، بلکہ رائے عامہ پر ہی انتخاب ہوا۔

چوتھے یہ کہ پیغمبر کی میراث مال نہیں بلکہ علم ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ قَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ

ترجمہ: اور وارث ہوئے سلیمان داؤد کے اور فرمایا کہ: ہم کو پرندوں کی بولی کا علم دیا گیا۔

دیکھو داؤد علیہ السلام کے بہت بیٹے تھے مگر وارث صرف حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے اور مال کے نہیں بلکہ علم کے وارث ہوئے۔ اسی لیے نبی کی بیویاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث نہ پاسکیں اور حضرت علی نے بھی اپنے زمانۂ خلافت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم نہ فرمائی۔

اعتراض: تم کہتے ہو کہ سارے صحابہ متقی پرہیز گار ہیں حالانکہ قرآن شریف انھیں فاسق کہہ رہا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا۔

ترجمہ: اے مومنو! اگر تمھارے پاس کوئی فاسق کسی قسم کی خبر لائے تو تحقیق کرلیا کرو۔

ولید بن عقبہ صحابی نے آکر خبر دی تھی کہ فلاں قوم نے زکوٰۃ نہ دی۔ اس پر یہ آیت اُتری جس میں ولید صحابی کو فاسق کہا گیا اور فاسق متقی نہیں ہوسکتا۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں ان کو فاسق نہ کہا گیا بلکہ ایک قانون بیان کیا گیا کہ آئندہ اگر کوئی فاسق خبر لائے تو تحقیقات کرلیا کرو۔ دوسرے یہ کہ اس خاص وقت میں ان کو فاسق گنہگار کہا گیا۔ صحابی سے گناہ سرزد ہوسکتا ہے۔ وہ معصوم نہیں۔ ہاں اس پر قائم نہیں رہتے۔ توبہ کی توفیق مل جاتی ہے۔ جیسے حضرت ماعز سے زنا ہوگیا۔ مگر بعد میں ایسی توبہ نصیب ہوئی کہ سبحان اللہ! (جاری)

(ماخوذ از ’علم القرآن‘ ناشر ماہِ نور پبلی کیشنز، ۴۱۹، اُردو بازار، مٹیا محل، دہلی-۶)

حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی☆

عورتوں کا وقار حیا اور پردہ میں ہے

عورتوں کی پناہ گاہ مذہب کی تاریخ میں اگر کہیں پائیں گے تو وہ صرف دامنِ اسلام میں ہے۔ اسلام ہی اس بھولی بھالی مخلوق کا ازابتدا تا انتہا حامی ہے جو ہمیشہ سے مشقِ نشانہ، ستمِ مرد بنی رہی ہے۔ آپ ابتدا سے اخیر تک مذاہبِ عالم کی تاریخ پڑھ ڈالیں۔ ہر جگہ آپ کو عورت، مردوں کی خواہشِ نفسانی اور تعیش کا آلہ کار ملے گی۔ گویا وہ ایک کھلونا ہے یا مردوں کی تفریح گاہ یا پھر ایک لعنت اور صفحۂ ہستی کے لیے ایک بدنما داغ۔

اسلام نے عورتوں کو نہ محض قیادت بخشی بلکہ اُن کو ہر جائز حق دِلایا اور ان کی پوزیشن، ان کی شخصیت و منزلت کو اتنا بلند کر دیا جس سے زائد ممکن نہ تھا۔ اسلام ہی کے طفیل عورتوں کو اپنے جائز حقوق کی شناخت ہو سکی۔ ورنہ عورتوں کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اس وسیع دنیا میں قدرت کی طرف سے عورت بھی کچھ حقوق لے کر آئی ہے۔

مولائے رحیم کا حکم ہے:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ وَ کَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرًا. (سورۂ احزاب، آیت نمبر ۲۹)

ترجمہ: (اے نبی کی بیویو!) جو تم میں صریح حیا کے خلاف کوئی جرأت کرے اس پر اوروں سے دوگنا عذاب ہوگا اور یہ اللہ کو آسان ہے۔ (کنزالایمان)

جب اُمہات المومنین کو حیا اور پردہ کا حکم دیا گیا ہے تو آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پردہ کی اہمیت کیا ہے۔ قرآن نے پردے کا بار بار حکم دیا مگر زیادہ تر عورتیں بے پردہ رہنا پسند کرتی ہیں۔ جبکہ وہ شاید اس حقیقت سے ناواقف نہیں کہ اچھا حسن وہی ہے جو پردے میں رہے۔ تب ہی اس کی اہمیت کا اندازہ اور قدر و منزلت کا انکشاف ہوتا ہے۔ لیکن آج کے اس موڈرن زمانے میں میرے خیال سے عورتوں کا نقاب اوڑھنا اور نہ اوڑھنا تقریباً برابر ہے۔ کیونکہ نقاب جس مقصد کے تحت پہننے کا حکم ہے آج کے دور میں بالکل برعکس ہو رہا ہے۔ آج کے دور میں اکثر عورتیں ایسا نقاب پہنتی ہیں جو ناقابلِ بیان ہے۔ انتہائی دیدہ زیب، کٹائی چھٹائی سے مرصع، عورتوں کے جسم سے بالکل چپکا ہوا ہوتا ہے۔ اس طرح کے نقاب سے عورتوں کے جسم کے نشیب و فراز نمایاں رہتے ہیں جو مردوں کی آنکھوں کے لیے حصولِ لذت کا سبب بنتے ہیں اور بدنظری کی بیماری میں مبتلا ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ یاد رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ کا قول ہے کہ عورت کی بے پردگی عورت و مرد کی بے حیائی کا ثبوت ہے۔ اب جو خود کو جتنا بڑا باحیا سمجھتا ہو وہ اس حد تک اپنے گھر کی عورتوں کے پردے کا خیال رکھے اور اس ذمہ داری کو ہرگز فراموش نہ کرے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر واجبات میں ہیں۔ اچھے کام کا حکم دینا اور برے کاموں سے روکنا اس کی شروعات اپنے ہی گھر سے کرنا ضروری ہے۔

آج کے معاشرے میں یہ بات کافی عام ہے کہ پردہ ترقی میں حائل ہوتا ہے۔ لیکن میرا تو یہ کہنا ہے کہ اس طرح کی سوچ مذہب بیزار، مذہب سے دوری، اسلامی احکامات سے ناواقفیت اور خدا کے خوف سے عاری ہونا ہے۔ آج جو طبقہ فیشن کے نام پر بے حیائی کا لبادہ اوڑھ کر سرکشی و بغاوت پر اُتر آیا ہے، وہ گناہ کو گناہ سمجھتا ہی نہیں۔ اور یہ سب سے بڑھ کر گناہ ہے۔ اس لیے کہ اگر کوئی گناہ کو گناہ سمجھے تو اس کو راہِ راست پر واپس آجانے کی توقع کی جا سکتی ہے، لیکن جس کے نزدیک گناہ بھی گناہ نہ رہ جائے، اُسے صراطِ مستقیم کی طرف واپسی کی توقع کرنا بہت بعید ہے۔

پردۂ نسواں کے بارے میں دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی (سورہ احزاب، آیت ۳۱)

ترجمہ: (اے نبی کی بیویو!) اپنے گھروں میں ٹھہری رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔ (کنزالایمان)

اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں پر پردہ فرض ہے اور بلا عذر گھر سے نکلنا حرام۔ یعنی جیسے اسلام سے پہلے عورتیں آراستہ ہو کر اِتراتی ہوئی باہر نکلتی تھیں۔ کاش! اس آیت سے مسلم عورتیں عبرت پکڑیں۔ یہ عورتیں اُمہات المومنین سے بڑھ کر نہیں۔ علمائے کرام اور گھر کے بزرگوں کو اصلاحِ معاشرت کے لیے کوشش کرتے ہی رہنا چاہیے۔ ہمارا معاشرہ بے پردگی اور ریش تراشی جیسے گناہ کو گناہ تو دور معیوب بھی نہیں سمجھتا اور نہ ہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی کوشش کرتا ہے۔ یاد رہے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم دینا واجبات و فرائض سے ہے۔ قرآنی احکامات کے ساتھ احادیث پاک میں بھی ایسی روایتیں آئی ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی کتنی تاکید آئی ہے۔ اس تعلق سے حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں۔

☆ مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام نگر، جمشید پور ٹاٹا نگر، جھارکھنڈ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تمہیں لازماً امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنا ہوگا ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کرے پھر تم اُسے پُکارتے رہو گے لیکن تمہاری دعا قبول نہ ہوگی۔ (ترمذی شریف، کشف القلوب، جلد اول، ص ۳۵)

اخلاقی قدروں کا زوال معاشرہ کے لیے ناسور ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک شخص شراب کے نشہ میں دُھت حالت میں گرفتار کر کے دربار میں لایا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: تیرا ناس ہو! ہمارے یہاں بچے بھی روزہ رکھتے ہیں اور تو عاقل، بالغ ہوتے ہوئے بھی شراب پی رہا ہے۔ اس کے بعد اس پر حد شراب (اسّی کوڑے) لگوا کر ملک شام کی طرف شہر بدر کر دیا۔ عہدِ رسالت اور صحابہ کے زمانے میں بچے بھی پابند شرع اور امر ونواہی کے پابند تھے اور اچھے کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے کیونکہ وہ گناہ کو عذابِ الٰہی کا پیش خیمہ جانتے تھے۔

عورت کے معنی ہی پردہ کے ہیں، اگر عورت ہے تو پردہ اس کے لیے واجب ولازم اور ناگزیر ہے۔ عورتیں بھی اس کا احساس رکھتی ہیں کہ ہم پردہ کے لیے بنائی گئی ہیں۔ پردہ ہمارے لیے بنایا گیا ہے۔ یہی فطری اور نیچرل احساس عورتوں کو پردہ میں رہنے کا احساس دِلاتا ہے۔ لیکن آج مغربی تہذیب، سنیما اور ان گنت ٹی وی سیریلوں کی چکا چوندھ کے اثرات نے عورتوں کو بے حجاب اور بے باک بنا دیا ہے۔ موجودہ زمانے کی مسلم خواتین بھی زمانۂ جاہلیت کی خواتین سے بھی زیادہ گئی گزری ہیں۔ وہ آج بھی ۱۴ سو سال قبل کی جاہل عورتوں کی طرح دوپٹہ ونقاب پہن رہی ہیں اور اتنی باریک اور پتلی جو کہ سارے جسم کے حصہ پر بھی نہیں آتی۔ اوڑھنی موٹی اور چوڑی ہونی چاہیے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے پاس اس حالت میں آئیں کہ آپ بالکل باریک اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھیں۔ حضرت عائشہ نے وہ باریک اوڑھنی پھاڑ ڈالی اور انہیں ایک موٹی اوڑھنی عطا کی۔ اوڑھنی مسلم خواتین کے لباس کا جز ہے جس کو اسلامی طریقہ سے اوڑھنا لازمی اور ضروری ہے۔ عورتیں اپنی ضرورت سے اگر باہر قدم رکھیں تو اس طرح کہ ان کی زیب وزینت پردہ میں رہے۔ اسلامی معاشرہ میں عورتوں کو تاکید کی گئی ہے کہ گھروں کے اندر رہتے ہوئے بھی سنگار نہ دکھائیں مگر جتنا ظاہر ہے۔

عصمت وعفت کے بارے میں اسلامی تعلیم یہ ہے کہ آبرو جان سے زیادہ قیمتی ہے جن اعضائے بدن کا دیکھنا جائز نہیں اُن پر نظر نہ ڈالی جائے۔ زنا کی روک تھام کی احتیاطی تدابیر اسلام نے ہی سب سے پہلے ہی بتایا۔ پردہ اسلام کی نایاب دولت ہے اسی دولت کو پکڑ کر عورت اپنی قدر ومنزلت، شان وشوکت، عظمت ووقار کی بلندی پر فائز رہ سکتی ہے۔

روح البیان نے فرمایا کہ آدم اور طوفانِ نوح کے درمیان کا زمانہ جاہلیتِ اُولیٰ کہلاتا ہے جو بارہ سو ستر سال ہے اور عیسیٰ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کا زمانہ جاہلیتِ اُخریٰ کہلاتا ہے جس کا وقفہ قریباً چھ سو سال۔ (تفسیر خزائن العرفان جلد اول، ص ۶۷۳)

اس سے معلوم ہوا کہ عورت پر پردہ فرض ہے۔ اللہ ہماری ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کو اِس عظمت کی قدر سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور خدائی حکم پر عمل پیرا ہونے کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین۔ ◻◻

بقیہ: ——اہم خبریں

سلسلے میں ملک اور خاص طور سے یوپی میں نہایت سنجیدہ کام ہوئے، لیکن اس کے بعد یہ ادارے بدانتظامی اور مفاد پرست افراد کا شکار ہوتے چلے گئے جس کی وجہ سے مسلمانوں کو تعلیم کے میدان میں مایوسی کا سامنا کرنا پڑا، ہمارے اداروں کی ناکامی میں سب سے اہم سبب منصوبہ بند طریقے سے ادارہ سازی کو عمل میں نہ لانا ہے اور اس کی وجہ ادارہ چلانے والوں کے مابین ذہنی ہم آہنگی کا نہ ہونا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ادارہ سازی کرتے وقت لیگل مسائل کی جانکاری رکھنے والے، فائننس اور بزنس کی جانکاری رکھنے والے اور تعمیراتی امور کے ماہر۔ ادارے کا شروع میں کم سے کم ۱۵/سال کا منصوبہ تیار ہونا چاہیے۔ جس میں یہ طے ہو سکے کہ شروع کے ۵/سال اور بیچ کے ۵/سال اور آخری ۵/سال میں کیا کیا ہونا ہے؟ اور پندرہ سال بعد ادارہ اس جگہ اور اس نہج پر ہوگا۔ جو ایک بڑی برائی سامنے آرہی ہے کہ لوگ آج کل کام کرنے والوں کو تعاون دینے کے بجائے ان سے حسد کرتے ہیں اور انہیں پریشان کرتے ہیں۔ کوشش اس بات کی ہوتی ہے کہ یہ ادارہ ناکام ہو جائے۔ کام کرنے والوں کو اپنے کام میں دلچسپی رکھنی چاہیے۔ اپنی نیت کو صاف رکھنا چاہیے اور انا سے حد درجہ پرہیز کرنا چاہیے۔ انا سے پرہیز نہ کرنے کے نتائج اچھے ادارے کے وجود میں آنے کے باوجود بے حد نقصان دہ ہوتے ہیں۔ ادارے میں چھوٹے سے لے کر بڑے تک سب کو عزت کے ساتھ رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس پروگرام میں ڈاکٹر عشرت صدیقی، معین الاسلام (پرنسپل فیض عام، انٹر کالج) محمد اکرم، مشتاق احمد، عرفان انصاری (منیجر حلیم مسلم انٹر کالج)، بزم قاسمی برکاتی کے ناظم اعلیٰ عتیق احمد برکاتی، کنوینر جلسہ ماسٹر محمد شاہد برکاتی، عنایت برکاتی کے علاوہ شہر کے بہت سے معززین موجود تھے۔

آخر میں صلوٰۃ وسلام پر سمپوزیم کا اختتام ہوا اور حضرت صاحب سجادہ نے ملک وقوم کی فلاح وبہبود کے لئے بارگاہ رب العزت میں دعائیں کی۔

(رپورٹ: ماسٹر شاہد برکاتی، کانپور)

حامد علی علیمیؔ☆

قبورِ مسلمین کی بے حرمتی کی سزا

نام نہاد مسلمانوں کے کام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں بے شمار گمراہ فرقے وجود میں آ چکے ہیں، ان میں سے اکثر کے عقائد ونظریات اور معاملات طرح طرح کی اہانتوں سے پُر ہیں۔ منجملہ ان اہانتوں میں سے ایک اہانت ''قبورِ انبیا وشہدا واولیا علیہم السلام کا منہدم ومسمار کرنا'' ان فرقوں کا شعار ہوگیا ہے، حالانکہ یہ سب کلمہ گو ہونے کے دعوے دار ہیں، یہ لوگ ایسا فعلِ قبیح کررہے ہیں، جسے دنیا کے کسی دوسرے مذہب کے ماننے والوں نے کبھی نہیں کیا، بلکہ وہ لوگ اپنے معظمان مذہب کی قبروں کے ساتھ اس قسم کا اہانت وتحقیر والا کام کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔ مگر افسوس! یہ نام نہاد مسلمانوں کے فرقے بہرحال ایسا کررہے ہیں، جب ان کا بس چلا تو حجازِ مقدس میں جنت البقیع کے مزارات کو بھاری مشینری کے ذریعے زمین بوس کردیا، حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم اجمعین کی آرامگاہوں کی تمام نشانیاں مٹا دیں۔

آج کل بعض افریقی ممالک، خصوصاً 'لیبیا' میں یہ بد بخت لوگ قابض ہوچکے ہیں، ان کا دعویٰ ہے کہ یہ دینِ اسلام کو اُس کی وہ شکل دیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں تھی، اس دین سے کفر وشرک کی نحوست کو ختم کریں گے، اور اس کفر وشرک میں ایک اہم کردار اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے مزارات ہیں، لہٰذا یہ لوگ اپنی پوری توانائیاں ان مزارات کو شہید کرنے میں استعمال کررہے ہیں۔ حال ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے مزار مقدس کو شہید کرکے جسدِ مبارک نامعلوم مقام پر منتقل کرچکے ہیں۔ ان کے علاوہ کئی دیگر اولیائے کاملین کی قبروں کو کھود چکے ہیں۔ تازہ ترین اطلاعات کے مطابق شام میں حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے مزارِ پُر انوار پر بھی حملہ کیا گیا ہے۔

دراصل ان کے بڑے بدبختوں نے ایک فتویٰ جاری کیا ہے جس کی رو سے یہ لوگ ہر اُس مسجد کو منہدم کرنا لازم وضروری سمجھتے ہیں، جس سے متصل کسی اللہ تعالیٰ کے نیک بندے (صحابہ یا ولی) کی قبر ہو، لہٰذا اس حکم کے تحت اب تک کئی مساجد ومزارات کو شہید کیا جاچکا ہے، مزید یہ شرانگیزی جاری بھی ہے۔

ان مذکورہ ممالک میں الحمدللہ غیرت مند مسلمان زندہ ہیں جو ''سُنی ملیشیا فورس'' کے دستوں کی صورت میں اپنی حیثیت کے مطابق ان بد نصیبوں سے برسرِ پیکار ہیں۔ اقوامِ متحدہ نے بھی ان کے اس قبیح فعل پر شدید تشویش کا اظہار کیا اور مطالبہ کیا کہ فوراً مزارات ومساجد کو شہید کرنے کا سلسلہ ختم کیا جائے۔ اطلاعات کے مطابق بعض نام نہاد ''اسلامی ممالک'' ان دہشت گردوں کی ہر طرح سے حمایت کررہے ہیں، انہیں مال واسلحہ فراہم کررہے ہیں۔ اگر ان لوگوں کے مقدر میں ہدایت ہے تو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو ہدایت عطا کرے، ورنہ اپنی غیبی مدد سے ان سب لوگوں کو عبرت کا نشان بنادے۔ ان سطور میں ہم اس فعلِ قبیح کی سزا پر کچھ تحریر کریں گے، اس کے ساتھ ساتھ اس ناپاک فعل کے ناجائز وحرام ہونے کے دلائل قارئین کے سامنے پیش کریں گے۔

آج کل ان لوگوں کی پہچان دنیا بھر میں 'نجدی، وہابی یا سلفی' کے نام سے ہوتی ہے، لیبیا میں بھی یہی 'سلفی' ('سفلی' پڑھنا زیادہ بہتر ہے ۲۱ منہ) اس قسم کی گستاخانہ حرکتوں میں ملوث ہیں۔ علامہ احمد بن علی بصری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب 'فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبدالوہاب' میں اس گمراہ وبددین فرقے کے نظریات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''منها انّه صحّ انّه يقول (ابن عبد الوهاب): لو اَقْدِرُ عَلٰى حُجْرَةِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَدَمْتُهَا''.

یعنی: من جملہ گستاخیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کہتا ہے: ''اگر میں قدرت پاؤں تو روضۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو توڑ دوں۔ (یاد رہے کہ اُس ناپاک حکم کے مطابق معاذ اللہ تمام مساجد کے ساتھ ساتھ مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام' بھی شامل ہے۔)

مزید علامہ بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''أقول: تهديم قبور شهداء الصحابة المذكورين لأجل البناء علىٰ قبورهم ضلالةٌ، أي: ضلالته'' انتهى۔

یعنی: ''نجدی کا شہداءِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبور کو قُبّوں کی وجہ سے توڑ ڈالنا اُس ابن عبدالوہاب نجدی کی گمراہی ہے''۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

☆ فاضل جامعہ علیمیہ، ریسرچ اسکالر جامعہ کراچی

"قال بعضهم: ولو كان المبنى عليه مشهوراً بالعلم والصلاح أو كان صحابيًا وكان المبنى عليه قبّة وكان البناء علٰى قدر قبره فقط ينبغى أن لا يهدم لحرمة نبشه وإن اندرس، اذا علمت هذا فهذ البناء علٰى قبور هؤلاء الشهداء من الصحابة رضى الله تعالٰى عنهم لا يخلو اما أن يكون واجباً أو جائزاً بغير كراهة وعلٰى كل فلا يقدم على الهدم الاّ رجل مبتدع ضال لاستلزامه انتهاك حرمة أصحاب رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم الواجب علٰى كل مسلمٍ محبتهم ومن محبتهم وجوب توقيرهم وأى توقيرهم عند من هدم قبورهم حتى بدت أبدانهم وأكفانهم كما ذكر بعض علماء نجد فى سوال أرسله، انتهى"۔

یعنی: بعض علما نے فرمایا کہ صاحب قبّہ اگر کوئی مشہور عالم، متقی یا صحابی ہے اور قبّہ صرف قبر کے برابر ہو تو اسے منہدم نہ کرنا چاہیے خواہ اس کا نشان بھی کیوں نہ مٹ جائے مگر اس کا کھولنا جائز نہیں اب آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان شہید صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبور پر عمارات بنانا یا تو واجب ہوگا یا بلا کراہت جائز۔ اور بہر دوصورت منہدم کرنا جائز نہیں۔ یہ صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو بدعتی اور گمراہ ہو کیونکہ اس سے اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے حرمتی ہوتی ہے، حالانکہ ان کی تعظیم اور توقیر ہر مسلمان پر واجب ہے، اب وہ لوگ تعظیم کرنے والے کیسے قرار پا سکتے ہیں جنھوں نے شہدا کی قبور کھود ڈالیں جب کہ بعض کے جسم اور کفن بھی صحیح سلامت ظاہر ہو گئے، جیسا کہ بعض علمائے نجد نے اس سوال کے جواب میں ذکر کیا''۔ (فتاوی رضویہ، ج۹، ص ۴۲۸۔۴۳۱، ملخصاً)

افسوس! جب سید المرسلین علیہ الصلوۃ والسلام کی نسبت ان ملعونوں کا ایسا ناپاک خیال ہے اور ان کے روضۂ اطہر اور شہدا و صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی قبور کو منہدم کرنے کا بیہودہ خیال ہے تو باقی اموات عامہ مومنین صالحین کی نسبت اندازہ لگانا زیادہ مشکل نہیں، کیونکہ قبور مومنین صالحین کا توڑنا اور منہدم کرنا شعارِ نجدیہ وہابیہ ہے اور شریعتِ مطہرہ میں یہ فعل قطعاً ناجائز وحرام ہے۔

حرمتِ انہدامِ قبر پر دلائل:

حاکم وطبرانی حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، فرمایا: یا صاحب القبر! انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک۔ یعنی: اُو قبر والے! قبر سے اُتر آ، نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے۔ (شرح الصدور بحوالہ الطبرانی والحاکم باب تأذیہ بسائرہ وجوہ الاذی، خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶)۔

امام احمد علیہ الرحمۃ بسندِ حسن انھیں حضرت عمر بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا: لا تؤذی صاحب هذا القبر (اس قبر والے کو ایذا نہ دے) یا فرمایا: لا تؤذه (اسے تکلیف نہ پہنچا)۔ (مشکوۃ المصابیح باب دفن المیّت، مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۴۹)۔

اسی واسطے فقہائے احناف علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ''قبر پر رہنے کو مکان بنانا، یا قبر پر بیٹھنا، یا سونا، یا اس پر یا اس کے نزدیک بَول و براز (پیشاب و پاخانہ) کرنا یہ سب اُمور اشد مکروہ قریب بحرام ہیں۔

فتاوی عالمگیری میں ہے: ویکره ان یبنی علی القبر او یقعد او ینام علیه او یطأ علیه او یقضی حاجة الانسان من بول او غائط... الخ۔ قبر پر عمارت بنانا، بیٹھنا، سونا، روندنا، یا بول و براز کرنا مکروہ ہے۔

(فتاوی ہندیہ، الفصل السادس فی القبر والدفن، نورانی کتب خانہ پشاور، ج۱، ص۱۶۶)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اس کی دلیل میں حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں: لان المیّت یتاذی بما یتاذی به الحیّ۔ یعنی: اس لیے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے مردے بھی ایذا پاتے ہیں۔

(ردالمحتار، فصل الاستنجاء، ادارۃ الطباعۃ المصریۃ، مصر، ج۱، ص۲۲۹)

بلکہ دیلمی نے امّ المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کلیے کی تصریح روایت کی کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: المیّت یؤذیه فی قبره ما یؤذیه فی بیته۔ میت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی ہے قبر میں بھی اس سے ایذا ہوتی ہے۔

(الفردوس بماثور الخطاب، حدیث، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ج۱، ص۱۹۹)

ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی: اذی المومن فی موته کاذاه فی حیاته۔ مسلمان کو بعد موت تکلیف دینی ایسی ہی ہے جیسے زندگی میں اسے تکلیف پہنچائی۔

(شرح الصدور بحوالہ ابن ابی شیبہ، باب تأذیہ بسائر وجوہ الاذی۔ خلافت اکیڈمی سوات ص۱۲۶)

علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ مسلمان کی عزت حالتِ حیات و ممات میں برابر ہے۔ محقق علی الاطلاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتح القدیر میں فرماتے ہیں: الاتفاق علٰی انّ حُرمة المسلم میّتا کحرمته حیّا۔ اس بات پر

اتفاق ہے کہ مردہ مسلمان کی عزت وحرمت زندہ مسلمان کی طرح ہے۔ (فتح القدیر، فصل فی الدفن، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ج ۲، ص ۱۰۲)

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **کسر عظم المیّت واذاہ ککسرہ حیّا۔رواہ الامام احمد وابو داؤد وابن ماجۃ باسناد حسن عن اُمّ المؤمنین عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا۔** مُردے کی ہڈی کو توڑنا اور اسے ایذا پہنچانا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی کو توڑنا۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، آفتاب عالم پریس لاہور، ج ۲، ص ۱۰۲)

قبر کھودنے والوں کا حکم:

جب قبر پر بیٹھنا، اس پر ٹیک لگانا، پاؤں رکھنا، یا کسی مُردے کی ہڈی وغیرہ توڑنا حرام وناجائز ہے، تو اندازہ لگائیں کہ کفن چُرانا یا مُردے کے جسم کو ہی اُڑا لے جانا اور قبریں کھود ڈالنا کس قدر بڑا جرم ہوگا۔۔!

چنانچہ فتح القدیر، کتاب السرقۃ، ج ۵، ص ۱۳۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، میں ہے: **قال عبد الرزّاق: أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي يَحْيَى الْأَسْلَمِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ أَنَّهُ وَجَدَ قَوْمًا يَخْتَفُونَ الْقُبُورَ بِالْيَمَنِ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَكَتَبَ فِيهِمْ إِلَى عُمَرَ ، فَكَتَبَ عُمَر رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنْ يُقْطَعَ أَيْدِيَهُمْ .**

مصنف عبد الرزاق میں ہے: عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یمن کے کچھ لوگ قبر کھود کر کفن چُرانے لگے تو آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں کے گورنر کو لکھا کہ ان کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں۔

فَأَحْسَنُ مِنْهُ بِلَا شَكٍّ مَا رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أُتِيَ مَرْوَانُ بِقَوْمٍ يَخْتَفُونَ: أَيْ يَنْبُشُونَ الْقُبُورَ فَضَرَبَهُمْ وَنَفَاهُمْ وَالصَّحَابَةُ مُتَوَافِرُونَ ا هـ . أَخْرَجَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِي مُصَنَّفِهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ بِهِ ، وَزَادَ: وَطَوَّفَ بِهِمْ .

اس سے عمدہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں زہری سے مروی ہے کہ مروان بن حکم کے پاس قبر کھودنے والوں کو پکڑ کر لایا گیا، تو اُس نے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں اُن لوگوں تعزیراً کوڑے لگوائے اور ملک بدر کر دیا۔ مصنف عبد الرزاق میں یہ اضافہ ہے کہ ”مروان نے انہیں شہر بھر میں پھرایا“۔

وَكَذَا أَحْسَنُ مِنْهُ بِلَا شَكٍّ مَا رَوَى ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنْ أَشْعَثَ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أُخِذَ نَبَّاشٌ فِي زَمَنِ مُعَاوِيَةَ وَكَانَ مَرْوَانُ عَلَى الْمَدِينَةِ فَسَأَلَ مَنْ بِحَضْرَتِهِ مِنْ الصَّحَابَةِ وَالْفُقَهَاءِ فَأَجْمَعَ رَأْيُهُمْ عَلَى أَنْ يُضْرَبَ وَيُطَافَ بِهِ اهـ.

نیز اس سے عمدہ روایت بلاشبہ یہ بھی ہے جسے مصنف ابن ابی شیبہ میں زہری سے روایت کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مدینہ کا گورنر مروان تھا، اس وقت مروان کے پاس ایک قبر کھودنے والے (کفن چور) کو پکڑ کر لایا گیا، اُس نے وہاں موجود صحابہ وفقہا سے اس کی سزا کے بارے میں پوچھا۔ تو سب کی رائے اس پر متفق ہوئی کہ اسے تعزیراً کوڑے مار کر شہر بھر میں پھرایا جائے۔

ان سرکشوں کی سزا کیا ہونی چاہیے؟

راقم الحروف کہتا ہے کہ جب کفن چور کی سزا یہ مقرر ہوئی کہ کوڑے مار کر شہر بھر میں پھرایا جائے اور پھر ملک بدر کر دیا جائے، تو اندازہ لگائیں کہ معاذ اللہ صحابۂ کرام واولیائے عظام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مزارات کی بے حرمتی کرنا، اُن کے اجساد کو ایذا پہنچانا کس قدر سخت حرام ہوگا، اس کی سزا فی زمانہ تعزیراً قتل سے کم نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ یہ لوگ بزورِ اسلحہ طاقت کا استعمال کر رہے ہیں، جو یقیناً قرآن کریم کی سورۂ مائدہ کی آیت ۳۳ کے مطابق اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ اور زمین میں فساد برپا کرنے کے زمرے میں آتا ہے، جس کی سزا بحکم قرآنی ایسے لوگوں کو چُن چُن کر قتل کرنا، یا سرِ عام پھانسی دینا، یا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹنا بنتی ہے۔ جہاں تک تعلق رہا ملک بدر کرنے کا تو یہ آج کل اتنا مفید نہیں، کیونکہ اگر یہ سرکش لوگ بچ کر کہیں دوسرے ملک نکل گئے تو دشمن عناصر ان کی وہاں پشت پناہی کریں گے اور خدانخواستہ یہ لوگ اُسی ملک میں یہ فساد برپا کرنا شروع کر دیں۔

آخر میں غیرت مند مسلمانوں سے التجا ہے کہ اس گمراہ گروہ کے افعالِ قبیحہ پر نہ صرف احتجاج کریں اور اپنی آواز بلند کریں، بلکہ اپنی نسلوں کو ان لوگوں کے سائے سے بھی محفوظ رکھیں، خصوصاً وطنِ عزیز پاکستان میں ان سرکشوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھیں، عام مسلمانوں کو ان کے مکروہ عزائم سے خبردار کریں، کہ یہ ہماری دینی ذمہ داری ہے، کیونکہ بحکم حدیث ایسے لوگوں کے کرتوتوں کا دیگر لوگوں کو بتانا ضروری ہے تاکہ وہ لوگ ان کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔ اربابِ اختیار عالمی سطح پر عملی اقدامات کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی وناصر ہو، آمین۔□□

علامہ قاری محمد طیب نقشبندی☆

دلائل ختم نبوت

فتنۂ قادیانیت اسلامیانِ ہند کے لیے ایک اہم فتنہ ہے، جو مسلمانوں کو ارتداد کے چنگل میں گرفتار کرنے کے لیے تحریک کی شکل میں اُنیسویں صدی کے نصف اخیر میں وجود میں آیا۔ یہ وہ جماعت ہے جس کے کفر وارتداد پر امتِ مسلمہ کا اتفاق ہے۔ قلیل تعداد میں ہوتے ہوئے یہ تنظیمی طور پر بہت ہی مضبوط ہے۔ مسلمانوں کے اجتماعی عقیدہ ''ختم نبوت'' کے خلاف اسلام دشمن طاقتوں کے رحم وکرم اور مالی تعاون سے اس کا وجود ہوا اور گرداس پور، پنجاب، انڈیا کے چھوٹے سے قصبے سے اس کا آغاز ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس فتنے کا سیلاب استعماری قوتوں کی مدد سے کئی ممالک میں پہنچ گیا۔ ۱۹۷۶ء میں ''تحریکِ تحفظِ ختم نبوت'' کی مساعی جمیلہ سے پاکستان اسمبلی میں اس فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ چنانچہ اس کے بعد بہت حد تک اس فتنے کے اثرات کم ہو گئے تھے، لیکن اِدھر کچھ سالوں سے یہ ارتدادی فتنہ پھر سے سر اُبھار رہا ہے۔ چھوٹے بڑے قصبات وعلاقے میں یہ فتنہ اپنی چالبازی سے اپنا چنگل گاڑنے میں مصروف ہے۔ چنانچہ اس فتنہ سے تحفظ کے لیے سال ۲۰۱۳ء کو ادارہ ماہِ نور تحفظ ختم نبوت کے طور پر منا رہا ہے۔ پیش نظر مضمون تفہیم ''ختم نبوت'' کے باب میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ (ارشاد عالم نعمانی)

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ.

ترجمہ: محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور انبیاء میں سے سب سے آخری نبی ہیں۔

سورۃ الاحزاب کی مذکورہ آیتِ کریمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے پر نص صریح ہے۔ لیکن اس کے معنی میں گمراہ لوگوں نے تحریف کی اور آپ کے بعد دروازۂ نبوت کھولنے کی کوشش کی مگر انہیں اپنی کوششوں میں سخت ناکامی ہوئی۔ اُمتِ مسلمہ عقیدۂ ختم نبوت پر غیر متزلزل ایمان رکھتی ہے۔

خاتم النّبیین کا معنی حدیث کی روشنی میں:

مرزائی مذہب مسلمانوں میں گمراہی پھیلانے کے لیے خاتم النّبیین کا یہ معنی کرتا ہے کہ آپ کا مرتبہ انبیا میں اتنا عظیم ہے کہ تمام انبیا کے مراتب وہاں ختم ہو جاتے ہیں۔ گویا آپ مرتبے میں سب سے آخری نبی ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ زمانے کے اعتبار سے آخری نبی ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں محدث خاتم المحدثین ہے یعنی تمام محدثین کا علم وفضل اس پر ختم ہو جاتا ہے اس کا یہ معنی نہیں کہ اس کے بعد کوئی محدث دنیا میں نہیں آئے گا۔ یہی معنی خاتم النّبیین کا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مرزائی لوگ کہتے ہیں ہم بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیین مانتے ہیں مگر مرتبے کے اعتبار سے نہ کہ زمانے کے اعتبار سے، مگر مرزائیوں نے یہ معنی کر کے قرآن میں تحریف کی ہے۔ جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کثیر احادیث میں لفظ خاتم النّبیین کی تفسیر فرما دی ہے کہ اس کا معنی آخری نبی ہے اور یہ کہ آپ کے بعد کوئی نہیں آئے گا۔ تو پھر صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر سے منہ موڑ کر اپنی طرف سے قرآن کی من مانی تفسیر کرنا چہ معنی دارد؟ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میری اور گزشتہ انبیا کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے گھر بنایا اور اسے خوب آراستہ و مزیّن کیا مگر ایک کونے میں ایک پتھر نہ لگایا۔ لوگ آ کر اس مکان کی تعریف کرنے لگے کہ کتنا خوبصورت ہے۔ مگر تعجب سے کہتے کہ یہ ایک پتھر کی جگہ کیوں خالی ہے؟ آگے آپ نے فرمایا: ''فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ'' کہ میں ہی وہ پتھر ہوں اور خاتم النّبیین ہوں۔ (بخاری شریف کتاب المناقب' باب ۱۸ حدیث ۳۵۳۴' مسلم کتاب الفضائل حدیث ۲۲)

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمادی کہ آپ جب تک مبعوث نہ ہوئے تھے قصر نبوت میں صرف ایک پتھر کی کمی تھی آپ کے آنے سے وہ آخری پتھر لگ گیا اور قصر نبوت مکمل ہو گیا۔ اس لیے آپ نے فرمایا: ''فانا اللبنة وانا خاتم النّبیین'' کہ میں خاتم النّبیین ہوں کیونکہ میں وہ آخری پتھر ہوں۔ اس حدیث نے کس قدر وضاحت فرمادی کہ خاتم النّبیین کا معنی آخری نبی ہے بس۔

☆ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل حدیث کے ضمن میں فرمایا:

سَيَكُوْنُ فِىْ اُمَّتِىْ كَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِى وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ لَانَبِىَّ بَعْدِىْ.

ترجمہ: میری امت میں تیس کذّاب (نہایت جھوٹے لوگ) پیدا ہوں گے ان میں سے ہر کوئی سمجھے گا کہ وہ نبی ہے جب کہ میں خاتم النّبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (ابوداؤد، کتاب الفتن والملاحم باب اول ۳۲۵۲۔ ترمذی کتاب الفتن باب ۴۳، حدیث ۲۲۱۹)

اس حدیث میں کس قدر واضح وواشگاف الفاظ میں اللہ کے رسول فرمارہے ہیں کہ میں خاتم النّبیین اس معنی میں ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ مگر افسوس مرزائی گروہ نے اپنی آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ لی ہے۔ مرزائی لوگ لَا نَبِىَّ بَعْدِىْ کے معنی میں یہ ڈنڈی مارنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس کا معنی ہے کہ میرے بعد کوئی کامل نبی نہیں ہے۔ جیسے لا صلوٰۃ الا بفاتحة الکتاب یعنی سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہے۔ یہ معنی نہیں کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں۔ اسی طرح حدیث میں لا نکاح الا بولی۔ ولی کے بغیر نکاح نہیں

☆ مانچسٹر (انگلینڈ)

ہے احناف نے اس کا یہ معنی کیا ہے کہ ولی کے بغیر نکاح کامل نہیں۔ یہ معنی نہیں کہ اس کے بغیر بالغہ لڑکی نکاح کر ہی نہیں سکتی۔ اسی طرح لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کا یہ معنی ہے کہ آپ کے بعد کوئی کامل یعنی صاحب شریعت نبی نہیں ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ مرزائیوں کا یہ ترجمہ کرنا بھی عظیم گمراہی ہے۔ اگر کوئی مشرک کہے کہ **لاالہ الااللہ** کا یہ معنی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی کامل خدا نہیں۔ ویسے اللہ کے سوا چھوٹے خدا بھی ہیں تو مرزائی اسے کیا جواب دیں گے۔ خدا کے بندو! جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی نہیں ہے تو پھر اس میں کامل یا غیر کامل کا فرق کرنا کھلی گمراہی کے سوا کیا ہے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مجھے چھ چیزوں کے ذریعے تمام انبیا پر فضیلت دی گئی ہے: (۱) مجھے جوامع الکلم عطا فرمائے گئے۔ (۲) میری رُعب سے مدد کی گئی۔ (۳) میرے لیے مالِ غنیمت حلال کیا گیا۔ (۴) میرے لیے تمام زمین کو پاک اور مسجد بنادیا گیا۔ (۵) مجھے تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا اور (۶) مجھ پر انبیا کی آمد کا سلسلہ ختم کردیا گیا۔ (مسلم کتاب المساجد حدیث ۵، ترمذی کتاب السیر، باب ۵، مسند احمد ۲ ص ۴۱۲)

ایک حدیث میں یوں فرمایا گیا: میں قصرِ نبوت کا آخری پتھر ہوں، **فَخَتَمْتُ الْاَنْبِیَاءَ** تو میں نے انبیا کی آمد کا سلسلہ ختم کردیا۔ (مسلم کتاب الفضائل حدیث ۲۳)

خُتِم بِیَ النَّبِیُّونَ اور خَتَمْتُ الْأنبِیاءَ کے الفاظ کس قدر صراحت سے بتا رہے ہیں کہ خاتم النّبیین کا معنی بدل کر کچھ اور کرنا پرلے درجے کی تحریف قرآن اور الحادوزندیقیت ہے۔ خود مرزا قادیانی نے لکھا! ''پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تفسیر ہوجائے تو مسلمان پر فرض ہے کہ بلاتوقف و بلا عذر اسے قبول کرے نہیں تو اس میں الحادوزندیقیت کی رگ ہوگی۔'' (برکات الدعاء ص ۱۸، مندرجہ روحانی خزائن، جلد ۶)

ہم مرزائیوں سے پوچھتے ہیں جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاتم النّبیین کی تفسیر ثابت ہوچکی ہے کہ آپ آخری نبی ہیں تو پھر اسے بلاتوقف و بلاعذر مان لینا ہر مسلمان پر فرض ہے یا نہیں اور خود مرزا اور اس کی جماعت اس تفسیر سے منہ موڑتی ہے تو کیا ان میں الحادوزندیقیت کی رگ ہے یا نہیں۔ یہ فیصلہ وہ خود کریں۔

خاتم النّبیین کا معنی قادیانی کی تحریرات سے:

مرزا غلام احمد قادیانی کی وہ کتابیں جو ۱۹۰۰ء سے قبل چھپیں ایسی ایسی عبارات سے بھری پڑی ہیں جو خاتم النّبیین کا معنی آخری نبی بتاتی ہیں اور ختم نبوت کے منکر کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتی ہیں۔ اس کے بعد ۱۹۰۱ء میں مرزا قادیانی نے قلابازی کھائی اور کھلے عام دعوی نبوت کیا۔ پھر وہ خاتم النّبیین کے معنی میں تبدیلی و تحریف کرنے لگا۔ بہرحال یہاں اس کی چند پہلی تحریرات پیش کی جاتی ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ:

''اور کیونکر ممکن تھا کہ خاتم النّبیین کے بعد کوئی اور نبی اسی مفہوم تام اور کامل کے ساتھ جو نبوت نامہ کی شرائط میں سے ہے آسکتا۔ لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے۔ کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی۔'' (ازالہ اوہام حصہ دوم، ص ۷۔۳۸۶، مندرجہ روحانی خزائن جلد ۳، سن طباعت ۱۸۹۱ء)

اسی کتاب میں آگے صفحہ ۴۱۲ پر مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ

''ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النّبیین میں وعدہ کیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لیے وحی نبوت کے لانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی کے بعد ہرگز نہیں آسکتا۔'' (حوالہ مذکورہ)

اسی کتاب میں آگے چل کر صفحہ ۴۱۴ پر مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ:

''اور ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النّبیین کے بعد پھر جبرئیل کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمدورفت شروع ہوجائے۔'' (حوالہ مذکورہ)

اسی کتاب میں آگے ۴۳۱ پر مرزا قادیانی مزید واشگاف الفاظ میں لکھتا ہے کہ:

''اکیسویں آیت یہ ہے کہ **مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّن رِّجَالِکُمْ وَلٰکِن رَسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖن** یہ آیت بھی صاف دلالت کررہی ہے کہ بعد ہمارے نبی کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔'' (حوالۂ مذکورہ)

مرزا قادیانی کی یہ عبارت بھی پڑھیے اور نیرنگی زمانہ پر تعجب کیجیے وہ لکھتا ہے کہ: ''اے لوگو! اے مسلمانوں کی ذریت کہلانے والو! دشمنِ قرآن نہ بنو اور خاتم النّبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو اور اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کیے جاؤ گے۔'' (آسمانی فیصلہ، ص ۲۵ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۴، ۱۸۹۲ء)

مرزا قادیانی کی ان تحریرات کے بعد کیا کوئی شک رہ جاتا ہے کہ خاتم النّبیین کا معنی آخری نبی ہی ہے جس کی آمد پر وحی نبوت کا دروازہ بند کردیا گیا اور سلسلہ نبوت پر مہر لگادی گئی۔ اب جبرئیل وحی نبوت لے کر نہیں آسکتا اور جو شخص اس آیت کے بعد بھی کوئی نیا نبی مانتا ہے وہ خدا سے شرم نہیں رکھتا، بلکہ مرزا قادیانی نے اس سے بھی واشگاف الفاظ میں خاتم النّبیین کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی عربی کتاب حمامۃ البشریٰ میں لکھا:

''الاتعلم ان الرب المتفضل سمی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین بغیر استغناءٍ وفسرہ فی قولہ لانبی بعدی بیان واضح للطالبین ولو جوزنا ظھور نبی بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لجوزنا انفتاح باب وحی النبوۃِ بعد تعلیقھا

ترجمہ: کیا تم نہیں جانتے کہ فضل و کرم والے رب نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم النّبیین رکھا ہے، جس میں کسی نبی کا استثنا نہیں اور اس کی تفسیر

ہمارے نبی نے اس قول "لانبی بعدی" سے کردی ہے۔ جو طالبین کے لیے واضح بیان ہے اور اگر ہم اپنے نبی کے بعد کسی اور نبی کا ظہور جائز مانیں تو ہمیں وحی نبوت کا دروازہ کھولنا پڑے گا جبکہ اسے اللہ نے بند کر دیا ہے۔" (حمامۃ البشریٰ ص ۲۰۰ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۷)

مرزا قادیانی کا خود کو محمد قرار دینا:

مگر اسی مرزا قادیانی نے چند برس بعد دعویٰ کیا کہ میں عین محمد ہوں اور میری شکل میں محمد ہی دوبارہ دنیا میں آ گئے ہیں اور جب میں محمد ہی ہوں تو خاتم النّبیین کی مہر نہیں ٹوٹی بلکہ محمد کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) چنانچہ وہ لکھتا ہے:

"مگر میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو درحقیقت خاتم النّبیین تھے، مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارا جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے، کیونکہ میں بموجب آیت وَ آخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِم وہی نبی خاتم النّبیین ہوں اور خدا نے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیا ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں پس اس طرح خاتم النّبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ محمد کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی۔" (ایک غلطی کا ازالہ ص ۸ مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۸ ص ۲۱۲ تاریخ طباعت ۱۹۰۱ء ۵ نومبر)

اب جو شخص خود کو رسول اکرم قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں دعویٰ نبوت نہیں کر رہا بلکہ میری شکل میں خود حضور ہی دوبارہ دنیا میں آ کر دعویٰ نبوت کر رہے ہیں اس سے بڑا ملعون، شیطان اور دجّال کون ہو سکتا ہے۔ حضور تو فرماتے ہیں کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ (بخاری شریف کتاب العلم باب ۳۸، مسلم کتاب الرویا حدیث ۱۰)

گویا شیطان کو تو جرأت نہیں کہ کسی کے خواب میں آ کر کہے میں محمد ہوں۔ میں نبی خاتم الانبیا ہوں اور میں دعویٰ نبوت نہیں کر رہا میری شکل میں خود حضور ہی دعویٰ نبوت کر رہے ہیں۔ وہ شیطان کا بھی باپ نکلا۔ اس کے مکر و فریب اور شیطانیت نے تو شیطان کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ یقیناً شیطان بھی اس سے پناہ مانگتا ہے۔ تاریخ اسلام میں کئی جھوٹے مدعیان نبوت آئے۔ انہوں نے خود کو نبی کہا مگر خود کو معاذ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرار دینے کی جرأت کسی نے نہ کی یہ جرأت صرف مرزا غلام احمد قادیانی کو ہوئی۔

ہندوؤں کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد دوسرے جنم میں کسی دوسری مخلوق کے روپ میں پھر آ جاتا ہے۔ اسے وہ تناسخ کہتے ہیں لیکن ہندو بھی یہ نہیں مانتے کہ کوئی شخص پہلے ہی نام اور اوصاف کے ساتھ دوبارہ دنیا میں آ سکتا ہے، مگر مرزا قادیانی نے یہ کہہ کر کہ تیرہ سو برس کے بعد اس کی شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی دوبارہ دنیا میں پہلے اوصاف کے ساتھ آ گئے ہیں۔ ہندوؤں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ شاباش! یہ ہوتا ہے کمال۔

لفظ خاتم النّبیین سے کوئی نبی مستثنیٰ نہیں:

یاد رہے اس آیت میں اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیین فرمایا، خاتم المرسلین یا خاتم الرسل نہ فرمایا۔ اس لیے کہ رسول اور نبی میں فرق ہے۔ رسول کا درجہ خاص ہے اور نبی کا عام۔ نبی تو ہر اس انسان کو کہتے ہیں جس پر اللہ نے وحی نازل فرمائی اور اسے خلق خدا کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ جبکہ رسول یا مرسل کا لفظ انبیا میں سے صرف انہی پر بولا جاتا ہے جنہیں اللہ نے کوئی نئی کتاب، نئی شریعت یا نیا صحیفہ عطا فرمایا۔ اگر خاتم المرسلین کہا جاتا تو کوئی کہنے والا کہتا کہ آپ نے فرمایا صرف ایسے انبیا کی آمد کا سلسلہ ختم کیا ہے جو نئی کتاب یا نئی شریعت لانے والے ہوں مطلقاً ہر نبی کی آمد کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا۔ مگر اللہ نے خاتم النّبیین کہہ کر اس گمراہی کا دروازہ بھی بند کر دیا۔ امام ابن کثیر نے اس آیت کے تحت یہی تقریر اختصاراً فرمائی ہے۔ پھر لفظ النّبیین جمع مذکر سالم کا صیغہ ہے قواعد نحو کے مطابق جب یہ معرف باللام (الف لام کے ساتھ مل کر) ہو تو یہ اپنے تمام افراد کو گھیر لیتا ہے کسی فرد کو باہر نہیں رہنے دیتا۔ قرآن میں اس کی کثیر مثالیں موجود ہیں جیسے:

☆ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ (فاتحہ)

☆ وَلَا الضَّآلِّیْنَ. ہمیں گمراہوں میں سے گمراہ کا راستہ نہ دکھا۔ (فاتحہ)

☆ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ. قرآن تمام متقین کے لیے ہدایت ہے۔ (بقرہ:۲)

☆ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ. جہنم تمام کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ (بقرہ:۲۴)

☆ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ. وہ سب خسارے میں ہیں۔ (بقرہ:۲۷)

☆ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ نماز خشوع والوں میں سے کسی پر بھاری نہیں۔ (بقرہ:۴۵)

☆ وَاِنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ میں نے آپ کو تمام جہانوں پر فضیلت دی۔ (بقرہ:۴۷)

☆ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ ہم نے اسے تمام متقین کے لیے نصیحت بنایا (بقرہ:۶۶)

☆ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ اور جب اللہ نے تمام انبیا سے عہد لیا۔ (عمران:۱۵)

☆ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ اور ہم نے تو آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (الانبیاء:۱۰۷)

یہ دس مثالیں ہم نے ایک دومنٹ میں قرآن کریم سے نکال لی ہیں اور ایسی مثالیں قرآن کریم میں قریباً ہر صفحہ پر نظر آتی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جمع مذکر سالم معرف بلام ہونے کی صورت میں اپنے تمام افراد کا احاطہ و استغراق کرتی ہے۔ لہٰذا خاتم النّبیین میں تمام انبیا شامل ہیں۔ خواہ وہ تشریعی ہوں یا غیر تشریعی، صاحب کتاب ہوں یا غیر صاحب کتاب۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی آمد کا سلسلہ ختم کرنے والے ہیں۔ جمع مذکر سالم معرف بلام اگر کہیں سارے افراد کو محیط نہ

ہوتو وہاں ضرور کوئی قرینہ خارجی اس سے مانع موجود ہوتا ہے۔ جیسے وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ یعنی یہود انبیا کو قتل کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہاں سارے انبیا مراد نہیں ہیں۔ کیونکہ یہود سب انبیا کو قتل نہیں کر سکے۔ یہ قرینہ حالیہ استغراق سے مانع ہے۔ جبکہ خاتم النّبیین میں استغراق سے مانع کوئی قرینہ موجود نہیں۔ بلکہ استغراق پر دلالت کرنے والے سینکڑوں قرائن موجود ہیں۔ اور وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ میں سب انبیا بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ایک نبی کا قتل سب انبیا کے قتل کے مترادف ہے۔ جیسے کہ ایک نبی کی تکذیب سب انبیا کی تکذیب ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا: كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ کہ قوم ثمود نے سب رسولوں کو جھٹلایا۔ (شعراء:۱۴۱)

ختم نبوت پر قرآن کریم سے چند آیات:

☆ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ (بقرہ:۴)

ترجمہ: اور وہ جو اس وحی پر ایمان لاتے ہیں جو اے رسول! آپ پر نازل کی گئی اور جو آپ سے پہلے نازل کی گئی۔

قرآن تا قیامت ہدایت بن کر اترا ہے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی اترنے کا سلسلہ جاری ہوتا تو یہاں ساتھ یہ بھی کہا جاتا: وما ینزل من بعدک کہ مومنین اس وحی پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کے بعد نازل کی جائے گی، مگر بعد والی کسی وحی کا ذکر نہ کیا گیا۔ صرف آپ پر اور آپ سے پہلے اُترنے والی وحی پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا۔ جو اس امر کی دلیل بین ہے کہ آپ کے بعد کوئی وحی نہیں اُترنے والی۔

☆ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ. (نساء:۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے حکم والوں کی اطاعت کرو۔

اس آیت میں اللہ کی اطاعت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بعد حکم والوں کی اطاعت کا ذکر کیا گیا۔ یعنی علما اور مسلم حکام جو اللہ اور اس کے رسول کے بیان کردہ احکام کا اجرا کرتے ہیں۔ صاف نظر آرہا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حکام اور علما تو آتے رہیں گے تاکہ اللہ و رسول کے فرامین کا نفاذ کریں مگر کوئی اور رسول نہیں آسکتا۔ اسی لیے یہاں "اُولی الامر" کے لیے علیحدہ لفظ "اطیعوا" نہ لایا گیا۔ ان کی اطاعت کوئی مستقل چیز نہیں بلکہ ان کی اطاعت اصل میں حکم خدا اور سول ہی کی اطاعت ہے۔ وہ اپنی طرف سے کوئی نیا حکم نافذ نہیں کر سکتے۔

☆ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ. (آل عمران:۳۱)

ترجمہ: اے پیارے رسول! آپ فرما دیں۔ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اطاعت کرو تب اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

اس آیت میں تا قیامت آنے والے ہر مسلمان کو محبت الٰہی اور نجات اُخروی کے حصول کے لیے ایک ہی طریقہ بتایا گیا ہے اور وہ ہے اتباعِ رسول یعنی آپ کے بعد کوئی ایسی شخصیت نہیں آسکتی جس کی اطاعت پر نجات اُخروی موقوف ہو اور اگر آپ کے بعد کوئی نبی آنا ممکن ہو تو اس کی اطاعت پر نجات موقوف ہوگی صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نجات کے لیے کافی نہ ہوگی اور یہ مفہوم آیت کے خلاف ہے۔

☆ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا. (فتح:۱۷)

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اللہ اسے ان باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور جو منہ پھیرے اسے اللہ دردناک عذاب دے گا۔

اس آیت میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر جنت کا حصول موقوف ہونا بتایا گیا ہے گویا جس نے آپ کی اطاعت کر لی اسے کسی دوسری شخصیت کی اطاعت کی ضرورت نہیں۔ اب اگر آپ کے بعد کوئی شخص دعویٰ نبوت کرے اور کہے کہ میری اطاعت لازم نہیں نہ مجھ پر ایمان لانا ضروری ہے تو وہ شخص اعلیٰ درجے کا پاگل بھی ہو سکتا ہے۔ اور اگر کہے کہ مجھ پر ایمان لائے بغیر کسی کی نجات نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ مرزا قادیانی نے کہا تو وہ شخص اس آیت کا مذاق اڑا رہا ہے کیونکہ اس آیت میں صرف رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی نجات کے لیے کافی قرار دی گئی ہے اور اس مفہوم کی آیات قرآن کریم میں سینکڑوں ہیں۔ یوں کہیں کہ سارا قرآن ختم نبوت کے بیان سے بھرا پڑا ہے۔

☆ اَلنَّبِىُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ (احزاب:۶)

ترجمہ: نبی مومنوں کی جانوں سے بڑھ کر ان پر حق رکھتے ہیں اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تا قیامت آنے والے ہر مومن کی جان پر اختیار دیا گیا ہے اور یہ شان ایک نبی ہی کے لیے ہو سکتی ہے اور آپ کے بعد یہ اختیار کسی کو نہیں دیا گیا پھر آپ کی ازواج مطہرات کو تمام مومنوں کی مائیں قرار دیا گیا ہے اور یہ عظمت بھی آپ کے سوا کسی دوسرے شخص کی ازواج کے لیے ماننا قرآن کا مقابلہ ہے اور آپ کی بیویاں اسی لیے تمام مومنوں کی مائیں ہیں کہ آپ بحیثیت نبی ساری اُمت کے باپ ہیں اور آپ کے بعد کسی دوسرے شخص کا یہ منصب نہیں کہ وہ ساری اُمت کا باپ ہو۔ لہٰذا اس کے لیے نبوت بھی نہیں مانی جا سکتی۔ بات بہت صاف ہے۔

☆ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (احزاب:۲۱)

ترجمہ: بالتحقیق تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں نمونہ کامل ہے۔

اس آیت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ہر مومن کے لیے تا قیامت نمونہ کامل قرار دیا گیا ہے۔ گویا ہر شخص پر لازم ہے کہ آپ کی سیرتِ

مبارکہ کو اپنے لیے مشعلِ راہ بنائے اور آپ کی اطاعت میں زندگی گزارے۔ ثابت ہوا کہ آپ کے بعد کوئی ایسا شخص پیدا نہ ہوگا جس کی سیرت کو نمونہ کامل کہا جا سکے اور ہر نبی امت کے لیے نمونہ کامل ہی ہوتا ہے۔ اب یہ منصب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ کسی اور کے لیے ماننا قرآن کی مخالفت اور کفر ہے۔

☆ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا۔ (احزاب:۳۶)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے وہ کھلی گمراہی میں جا پڑا۔

یہ آیت بھی واضح دلیل ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مومنوں کے لیے تا قیامت مطاع مطلق ہیں۔ آپ کے سوا یہ منصب کسی کا نہیں اور یہی نبی کی شان ہوتی ہے جیسے اللہ فرماتا ہے:

☆ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ. (نساء:۶۴)

ترجمہ: اور ہم نے جو بھی رسول بھیجا وہ اسی لیے تھا تا کہ بحکم الٰہی اس کی اطاعت کی جائے۔

جب مطاعِ مطلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں تو پھر نبوت بھی صرف آپ کے لیے ہی مختص ہے۔

☆ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ. (نور:۵۶)

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لقب رسول سے یاد کیا گیا جس کا صاف معنی یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی اور رسول نہیں ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ قیامت تک سارے مسلمان جان لیں کہ لفظ رسول کا مصداق صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اگر کوئی اور رسول بھی آنے والا ہوتا تو پھر اطیعوا صھوا کہا جانا چاہیے تھا۔ تا کہ لقب رسول آپ سے مختص نہ ہوتا اور ایسی آیات تو قرآن میں سینکڑوں ہیں جن میں مطلقاً رسول کو لقبِ رسول یا لقبِ نبی سے یاد کیا گیا۔ ایسی تمام آیات ختم نبوت کی دلیل ہیں۔ جیسے

☆ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔(نور:۵۴)

☆ وَیَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ. (نور:۴۷)

☆ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. (نور:۵۱)

☆ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (نور:۵۲)

الغرض جس بھی سورۃ کو لے لیں ہر سورت ایسی آیات سے بھری پڑی ہے۔ ایسے ہی قرآن کریم میں ایسی آیات کی بھی کثرت ہے جن میں حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو لقب نبی سے یاد کیا گیا ہے۔ جیسے یاایھاالنبی قرآن کریم میں بکثرت ہے۔ کئی سورتوں کا آغاز ہی ان کلمات سے ہوا ہے۔ جیسے سورۃ احزاب، سورۃ طلاق، سورۃ تحریم اور فرمایا گیا:

☆ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ (آل عمران:۶۸)

ترجمہ: بے شک ابراہیم سے قریب تر وہ لوگ ہیں جو ان کی اتباع کریں اور یہ نبی ان سے قریب تر ہیں۔

معلوم ہوا قرآن کے ماننے والوں کے لیے ایک ہی نبی ہے۔ یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، اگر آپ کے علاوہ بھی کسی نبی کا آنا ممکن ہوتا تو آپ کا نام لے کر کہا جاتا کہ محمد ابراہیم سے قریب تر ہیں۔

☆ وَلَوْ كَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِیِّ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِیَاءَ. (مائدہ:۸۱)

ترجمہ: اگر وہ اللہ اور نبی پر اور جو کچھ آپ پر اتارا گیا اس پر ایمان رکھتے ہوتے تو مشرکین کو اپنا دوست نہ بناتے۔

یہ آیت بھی بتا رہی ہے کہ اللہ کو رب ماننے کے بعد جس انسان کو نبی ماننا ضروری ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

☆ مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولِیْ قُرْبٰى. (توبہ:۱۱۳)

ترجمہ: نبی اور ایمان والوں کے لیے جائز نہیں کہ مشرکوں کے لیے بخشش مانگیں خواہ وہ ان کے قریبی ہی کیوں نہ ہوں۔

اس آیت سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ ایمان والوں کے لیے اب اگر کوئی نبی ہے وہ تو صرف محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اس انداز سے مطالعہ کیا جائے تو قرآن کا اکثر و بیشتر حصہ ختم نبوت کی خوشبو لیے ہوئے ہے۔ تفصیل کے لیے میری کتاب "ختم نبوت اور قادیانیت" دیکھیں۔

مرزائیوں کا بقاء نبوت پر غلط استدلال:

مرزائی گروہ ایک آیت سے اجرائے نبوت پر استدلال کرتا ہے کہ اللہ فرماتا ہے:

اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ. (حج:۷۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے رسول چنتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔

مرزائی کہتے ہیں کہ اس آیت میں صیغہ مضارع یَصْطَفِی فرمایا گیا جو حال و استقبال کے لیے ہے۔ گویا اللہ اب بھی فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول چنتا ہے۔ ماننا پڑے گا کہ نبوت و رسالت کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ مگر مرزائیوں کا یہ استدلال قطعی غلط ہے۔ اس آیت میں اللہ نے صرف اپنی شان بیان فرمائی ہے کہ وہی فرشتوں اور انسانوں میں سے اپنے رسول چنتا ہے۔ کسی فرشتے یا انسان کو یہ اختیار نہیں کہ وہ از خود رسول بن جائے یا یہ کہ فرشتے اور انسان باہمی مشاورت سے اپنے میں سے کسی کو رسول منتخب کر لیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اللہ ہی جسے چاہے بطور رسول چن سکتا ہے اور اس آیت میں مشرکین مکہ کے اعتراض کے جواب میں وہ کہتے تھے اللہ نے اس شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول کیوں چنا ہے۔ ہم میں

سے کسی کو کیوں نہیں چنا۔ اللہ نے اس کا جواب دیا کہ رسول چننا اس کا کام ہے تمہارا نہیں۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ اب بھی رسول چن رہا اور بھیج رہا ہے۔ پھر یہاں لفظ رُسُلاً فرمایا گیا ہے۔ اور رسول اس نبی کو کہتے ہیں جو نئی کتاب یا نئی شریعت لے کر آئے اور خود مرزائی بھی مانتے ہیں کہ اب ایسا نبی نہیں آسکتا۔ پھر وہ کس منہ سے اس آیت کو اپنی دلیل بناتے ہیں۔

ختم نبوت پر چند احادیث نبویہ:

کچھ احادیث تو ابھی ہم نے لفظ خاتم النّبیین کا معنی بتاتے ہوئے لکھی ہیں۔ چند احادیث مزید لکھی جاتی ہیں۔

☆ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیا ہی کرتے تھے۔ جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کی جگہ لے لیتا اور ان کا حاکم ہوتا (جیسے موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع بن نون ان کے حاکم بنے) مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ البتہ میرے بعد خلفا ہوں گے اور بکثرت ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا پھر آپ کا کیا حکم ہے کہ ہم ان خلفا سے کیا معاملہ کریں۔ فرمایا جو پہلے خلیفہ بنے پہلے اس کی اطاعت کرو، پھر دوسرے کی۔ انہیں ان کا حق دو۔ اللہ ان سے ان کی رعیت کے بارے میں پوچھے گا۔ (بخاری کتاب احادیث الانبیاء جلد اول، ص ۴۹۱ مطبوعہ کراچی۔ مسلم کتاب الامارۃ، مسند احمد بن حنبل جلد ۲، ص ۲۹۷)

اس حدیث نے خوب واضح کر دیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی غیر تشریعی اور ظلّی بروزی قسم کا نبی بھی نہیں ہوسکتا۔ اب امت کی قیادت خلفا کریں گے جن کا کام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حاکم کے بیان کردہ احکام کا اجرا ہے۔ یہ حدیث صرف شریعت والے انبیا کا ختم ہونا ہی بیان نہیں کر رہی بلکہ بالخصوص غیر صاحب شریعت انبیا کا راستہ محدود کر رہی ہے۔ پہلی امتوں میں ایک نبی کتاب یا شریعت لاتا پھر اس کی تبلیغ کے لیے اس کے بعد انبیا بھیجے جاتے جو غیر تشریعی یا غیر صاحب شریعت انبیا ہوتے۔ مگر امت محمدیہ میں ان کی جگہ خلفا نے لے لی۔ لہٰذا مرزائیوں کا یہ نظریہ باطل ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف صاحبان شریعت انبیاء کے خاتم ہیں۔

☆ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں محمد ہوں میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں جس کے ذریعے اللہ کفر محو کر دے گا۔ میں حاشر ہوں جس کے بعد حشر بپا ہوگا۔ (میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا بلکہ قیامت آئے گی) اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔" (بخاری کتاب المناقب باب ۷، مسلم کتاب الفضائل حدیث ۱۲۴)

یہ حدیث خوب واضح کر رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا فضیلت کے اعتبار سے نہیں زمانے کے اعتبار سے ہے۔

☆ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم سے پہلی امتوں میں محدّث ہوتے تھے وہ انبیا نہ تھے اگر میری امت میں ایسا کوئی محدّث ہے تو وہ عمر ہے۔" (بخاری کتاب الفضائل باب المناقب عمر بن خطاب، حدیث ۳۶۸۹، مسلم کتاب فضائل الصحابہ، حدیث ۲۳)

یہاں محدّثین سے وہ لوگ مراد ہیں جن کے دلوں پر اللہ الہام کا نور ڈالتا ہے اور اپنی حکمت ان کی زبان پر جاری کر دیتا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے لیے فرمایا گیا کہ اللہ ان کی زبان پر بولتا ہے۔ ایسے لوگوں پر وحی نہیں آتی۔ بلکہ وہ تائید الٰہی سے بات کرتے ہیں اسی لیے محدّث کہلاتے ہیں۔ پتہ چلا اُمت محمدیہ میں وحی اور نبوت کا دروازہ بند ہے۔ البتہ محدثین کا دروازہ کھلا ہے۔ جب عمر فاروق جیسا شخص محدث ہی ہوسکتا ہے نبی نہیں ہوسکتا، تو چودھویں صدی میں انگریزوں کی روٹیوں پر پلنے والا غدار ملت شخص کس طرح دعویٰ نبوت کر سکتا ہے۔

☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے فرمایا:

"تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون، البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔" (بخاری کتاب المغازی، باب ۷۹)

ابھی پیچھے اسی سورۃ احزاب کی آیت ۳۳ کی تفسیر میں ہم بتا آئے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب بنایا تو وہ آبدیدہ ہو گئے۔ عرض کرنے لگے کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ میرے جیسے بہادر کی تو میدانِ جنگ میں ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا:

"کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم مجھ سے وہ تعلق رکھتے ہو جو ہارون کا موسیٰ سے تھا۔ مگر میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے۔"

یعنی ہارون علیہ السلام بھی اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کے نائب بنتے تھے۔ مگر وہ نبی تھے جبکہ اے علی! تم میرے نائب ہو اور میرے بھائی ہو مگر تم نبی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ میرے بعد کوئی نبی ہے ہی نہیں بلکہ میرے بعد کوئی نبوت ہی نہیں۔ جب مولا علی شیر خدا نبی نہیں بن سکتے حالانکہ وہ دار الحکومت کا دروازہ ہیں اور سلاسلِ روحانیہ کے پیشوا ہیں۔ گویا علم ظاہری و باطنی اور شریعت و طریقت دونوں کا منبع و مخزن ہیں تو کسی دوسرے یک چشم گل کو دعویٰ نبوت کرتے ہوئے شرم آنا چاہیے۔ مگر کیا کیا جائے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی جب تک دو گروہوں میں لڑائی نہ ہو، ان کے درمیان عظیم جنگ ہوگی اور قیامت نہ آئے گی جب تک تیس کے قریب دجّال و کذّاب نمودار نہ ہوں۔ ان میں سے ہر کوئی سمجھے گا وہ اللہ کا رسول ہے۔" (بخاری کتاب الفتن، باب ۲۵، مسلم کتاب الفتن حدیث ۸۴)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: ''اے لوگو! نبوت میں سے صرف مبشرات (اچھے خواب) ہی رہ گئی ہیں۔ (بخاری کتاب التعبیر باب ۵' مسلم کتاب الصلوٰۃ حدیث ۲۰۷)

☆ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وصال میں اپنے گھر کا پردہ اٹھایا۔ اس وقت آپ کا سر بندھا ہوا تھا۔ (درد سر کی وجہ سے آپ نے سر پر پٹی باندھی ہوئی تھی) اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صف بستہ کھڑے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے لوگو! نبوت کی مبشرات میں سے صرف اچھے خواب رہ گئے ہیں جنہیں ایک مسلم دیکھتا ہے یا اسے دکھائی جاتی ہیں۔ (مسلم کتاب الصلوٰۃ حدیث ۲۰۸)

اس حدیث نے مرزائی فتنے کا قلع قمع کر کے رکھ دیا ہے اللہ تعالیٰ ایک نبی کو جن ذرائع سے معارف نبوت عطا فرماتا ہے ان میں سے ایک خواب بھی ہے اسی لیے حدیث میں ہے کہ اچھی خواب نبوت کے چالیس اجزا میں سے ایک جزو ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب صرف اچھے خواب ہی باقی رہ گئے۔ معارفِ نبوت کے باقی تمام ذرائع محدود ہو گئے ہیں، یعنی فرشتے کے ذریعے پیغام ملنا براہ راست کسی کے دل پر اللہ کا اپنا کلام ڈالنا اور ایسے ہی وحی کی دیگر تمام اقسام مکمل طور پر بند ہو گئیں۔ اب صرف ایک جزو رہ گئی ہے اچھی خوابیں۔ اگر کوئی سر پھرا کہے کہ چلو نبوت کا کچھ تو باقی ہے۔ لہٰذا نبوت مکمل بند تو نہیں ہوئی تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے ایک جزو کے پائے جانے سے کل کے پائے جانے کا دعویٰ محض حماقت ہے۔ جس شخص کے پاس ایک پھول ہو کیا وہ کہہ سکتا ہے کہ میرے پاس ایک باغ ہے، جس نے کسی علم کا صرف ایک سبق پڑھا ہو کیا وہ اس علم کی امامت کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ جس کے پاس ایک اینٹ ہو کیا وہ محل کا مالک کہلا سکتا ہے؟ اگر نہیں تو صرف اچھی خوابوں کی بنیاد پر دعویٰ نبوت کیسے کیا جا سکتا ہے؟

☆ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انی آخر الانبیاء و مسجدی آخر المساجد.

ترجمہ: میں انبیا میں سے آخری نبی ہوں اور میری مسجد سب سے آخری مسجد ہے۔'' (مسلم جلد ۱' ص ۴۴۶ مطبوعہ کراچی)

اس حدیث کی تشریح ایک اور حدیث کرتی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں خاتم الانبیا ہوں اور میری مسجد مساجد انبیا کی خاتم ہے۔ (کنز العمال بروایت دیلمی ابن نجار و بزار)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ کَهاتَین۔ میں اور قیامت ہم دونوں ان دو انگلیوں کی طرح بھیجے گئے ہیں۔ (بخاری کتاب الرقاق باب ۳۹' مسلم کتاب الجمعہ حدیث ۳۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کے اشارے سے بتایا کہ جس طرح ان دو انگلیوں کے درمیان کوئی اور انگلی نہیں۔ یوں ہی میرے اور قیامت کے درمیان کوئی اور نبی نہیں۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم آخری امت ہیں اور روز قیامت ہم سب سے پہلے ہوں گے۔ یہ الگ بات ہے کہ پہلے لوگوں کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہمیں ان کے بعد۔ (بخاری کتاب الوضوٗ باب ۶۸' مسلم کتاب الجمعہ حدیث ۱۹)

یہ دس احادیث میں نے بخاری و مسلم سے بطور برکت کے پیش کر دی ہیں۔ ورنہ ختم نبوت پر احادیث کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنی کتاب 'ختم نبوت اور قادیانیت' میں اڑھائی سو ۲۵۰ احادیث جمع کی ہیں۔

ختم نبوت پر صحابۂ کرام کا اجماع:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر ملال کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور انہیں سب سے پہلے جس مسئلہ سے نمٹنا پڑا وہ منکرینِ ختم نبوت کی جماعت تھی۔ یمامہ میں مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت کر دیا اور دیگر علاقوں میں مختلف مدعیانِ نبوت اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان میں سب سے مضبوط تر مسیلمہ کذاب تھا، جس کے گرد قریباً ایک لاکھ افراد جمع ہو گئے تھے۔ مسیلمہ کذاب اللہ کی توحید، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قیام قیامت پر ایمان رکھتا تھا۔ پانچ وقت نماز باجماعت کا اہتمام کرواتا تھا۔ اس نے اذان کے لیے ایک شخص مقرر کیا تھا اور اسے کہہ رکھا تھا کہ اشھد ان محمد رسول اللہ پر آواز زیادہ بلند کرے۔ (تاریخ طبری جلد ۳' صفحہ ۲۴۴)

مگر اس کے باوجود تمام صحابہ کرام نے اسے واجب القتل قرار دیا۔ کیونکہ وہ خود کو رسول کہتا تھا۔ اس نے کئی اقوال گھڑ رکھے تھے جو اس کے بقول اس پر اللہ کی طرف سے نازل ہوئے تھے۔ چنانچہ صحابہ کرام کا ایک عظیم لشکر خالد بن ولید کی کمان میں مدینہ طیبہ سے یمامہ پہنچا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی، جس میں اللہ نے اسلام کو فتح دی اور مسیلمہ کذاب قتل ہو گیا۔ اس کے دس ہزار ساتھی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے جبکہ مسلمانوں میں سے شہید ہونے والوں کی تعداد البدایہ میں چھ سو اور طبری میں بارہ سو مذکور ہے۔ ان شہدا میں جلیل القدر صحابہ کرام بھی تھے۔ الغرض صحابہ کرام نے اس بات پر اجماع کیا کہ ختم نبوت کا منکر کافر و مرتد اور واجب القتل ہے۔ اگر مرزا غلام احمد قادیانی دورِ خلافتِ راشدہ میں دعویٰ نبوت کرتا تو اس کا انجام بھی مسیلمہ کذاب والا ہی کیا جاتا۔

ختم نبوت پر صحابۂ کرام کے بعض اقوال:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ابوبکر صدیق نے حضرت عمر سے فرمایا:

''چلو ام ایمن کے پاس چلتے ہیں۔ اسے دیکھ آئیں۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حال پوچھنے جایا کرتے تھے۔ حضرت انس فرماتے ہیں جب ہم وہاں گئے تو ام ایمن رونے لگیں۔ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق نے پوچھا: آپ کیوں رو رہی ہیں؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے ہاں دنیا والی زندگی سے

بہتر ہیں۔ وہ فرمانے لگیں مجھے معلوم ہے کہ وہ اللہ کے ہاں دنیا سے بہتر مقام میں ہیں۔ مگر میں اس لیے روتی ہوں کہ اب آسمان سے وحی کا نزول ہمیشہ کے لیے بند ہوگیا۔ یہ سن کر ابوبکر صدیق وعمر فاروق کا دل بھر آیا اور وہ بھی اس کے ساتھ رونے لگے۔'' (مسلم کتاب الفضائل باب فضائل ام ایمن حدیث ۱۰۲)

پتہ چلا ابوبکر صدیق وعمر فاروق بھی یہی جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی نہیں آسکتی۔ جب وحی نہیں آسکتی تو نبوت کہاں سے آئے گی اور جب صدیق اکبر وفاروق اعظم پر وحی نہیں آسکتی تو چودھویں صدی میں انگریزوں کے ایک غلام پر کیسے آسکتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان الفاظ سے درود شریف پڑھتے تھے:

اللهم داحي الموجوات وبادى المسبوكات اجعل شرائف صلوتك ونوامى بركاتك على محمد عبدك ورسولك الفتاح لما اعلق والخاتم لما سبق.

ترجمہ: اے اللہ زمینوں کے بچھانے اور آسمانوں کے بنانے والے اپنی سب سے اعلیٰ رحمتیں اور سب سے لمبی برکتیں اپنے بندے اور رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرما جو بند دروازوں کے کھولنے والے ہیں اور نبوت کے چلے آنے والے سلسلہ کو بند کرنے والے ہیں۔ (الشفاء للقاضی عیاض جلد ۲، ص ۵۶)

حضرت عبداللہ بن ربی روفی فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ابراہیم بچپن میں فوت ہوگیا اور اگر اللہ کو آپ کے بعد کسی نبی کا آنا منظور ہوتا تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا اور نبی بنتا مگر آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔'' (بخاری شریف، جلد دوم کتاب الادب' ص ۹۱۴)

صحابۂ کرام کے اقوال سے مرزائیوں کا استدلال:

درمنثور میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول منقول ہے فرمایا:

قولوا خاتم النّبيين ولاتقولو لا نبي بعده

ترجمہ: لوگو! یہ تو کہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین ہیں مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔'' (درمنثور جلد ۵، ص ۲۰۴)

جواب اول: مرزائی لوگوں کو چاہیے کہ وہ انصاف سے کام لیتے ہوئے اسی درمنثور کے اسی صفحہ پر مذکور دوسرے صحابی حضرت مغیرہ بن شعبہ کا قول بھی بیان کردیں تا کہ مسلمان دھوکے میں نہ پڑیں۔ چنانچہ شعبی روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے مغیرہ بن شعبہ کے سامنے کہا: **صلى الله على محمد خاتم النبياء لا نبي بعده** (اللہ تعالیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے آپ خاتم الانبیا ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں) حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ: ''جب تم نے خاتم الانبیا کہہ دیا تو یہی کافی ہے کیونکہ ہم یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں آنے والے ہیں۔ جب وہ آئیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی ہوئے اور آپ کے بعد بھی۔'' (درمنثور جلد ۵، ص ۲۰۴)

اس عبارت سے واضح ہوگیا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ اور مغیرہ بن شعبہ کا **لا نبي بعده** کہنے سے روکنا اس لیے ہے تا کہ اس سے عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کی نفی نہ ہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ ضرور آنا ہے اور وہ نبی ہوں گے۔ لہٰذا کوئی شخص لا نبی بعدی کی آڑ میں ان کے آنے کی نفی نہ کرے۔ (جیسا کہ مرزائی کرتے ہیں) یہ قول مرزائیوں کے لیے مفید نہیں بلکہ مہلک ہے حضرت مغیرہ بن شعبہ نے تو مرزائی شجر کی جڑ ہی کاٹ دی ہے۔ مرزائی یہی سمجھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں اور وہ دوبارہ نہیں آئیں گے۔ اور جس عیسیٰ علیہ السلام کا دنیا میں آنا حدیث میں ہے وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ مگر صحابی رسول حضرت مغیرہ بن شعبہ نے خوب وضاحت فرمادی کہ عیسیٰ علیہ السلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی تھے اور بعد میں بھی ہوں گے۔

جواب دوم: سیدہ عائشہ صدیقہ کا فرمانا کہ **لا نبي بعده** نہ کہو ان کا ذاتی اجتہاد تھا اور انہوں نے ایک مخصوص معنی میں صرف **لا نبي بعده** کہنے سے منع کیا مگر ان کا عقیدہ یہی تھا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ خود ان سے مروی احادیث اس کی صراحت کررہی ہیں کہ ان کا کیا عقیدہ تھا۔ چنانچہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لم يبق بعدى من النبوة شيء الاالمبشرات.

ترجمہ: میرے بعد نبوت میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی سوا مبشرات کے۔ پھر آپ نے فرمایا ہمیشہ مبشرات وہ اچھی خوابیں ہیں جو ایک مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھائی جاتی ہیں۔'' (کنز العمال جلد ۱۵، ص ۳۷۱ حدیث ۴۱۴۲۳ بروایت مسند احمد وخطیب)

کیا اس حدیث کے پڑھنے کے بعد کوئی ذی ہوش کہہ سکتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ختم نبوت پر ایمان نہ رکھتی تھیں؟ مرزائی ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بھی بقائے نبوت پر دلیل لاتا ہے کہ فرمایا: جب ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور رسول خدا نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور اس کے بعد فرمایا: جنت میں اس کے لیے ایک دائی مقرر کی گئی ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ: **ولو عاش لكان صديقاً نبياً** (اگر ابراہیم زندہ رہتا تو سچا نبی بنتا اور اگر وہ زندہ رہتا تو اس کے ننہال قبط آزاد ہوجاتے اور کسی قبطی کو آئندہ غلام نہ بنایا جاتا)۔ (ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ۲۷، حدیث ۱۵۱۱)

مرزائی ان الفاظ کو کہ اگر وہ زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ قرار دیتے ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عباس کے الفاظ ہیں۔ بہرحال ان کے الفاظ **ولو عاش لكان صديقاً نبياً** کا معنی یہ ہے کہ **لو عاش لكان اهلاً لكونه صديقاً نبياً**۔ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو اس بات کے اہل تھے کہ سچے نبی ہوتے۔ چنانچہ حضرت انس سے بھی یہ قول یوں مروی ہے کہ ''سدی فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس سے پوچھا بوقت وصال حضرت ابراہیم بن محمد کی عمر کیا تھی انہوں نے جواب دیا۔'' **ماملا مهده ولو بقى لكان**

نبیاً لکن لم یبق لان نبیکم آخر الانبیاء.

انہوں نے گہوارہ بھی نہ بھرا اور اگر وہ زندہ رہتے تو نبی بن سکتے تھے مگر وہ باقی نہ رہے کیونکہ تمہارے نبی سب سے آخری نبی ہیں۔ (تاریخ کبیر لابن عساکر جلد ۱، ص ۲۹۴)

اس عبارت سے **لو عاش لکان صدیقاً نبیاً** کے الفاظ کے بارے میں معلوم ہوا کہ ان کا یہی معنی ہے کہ حضرت ابراہیم فی ذاتہٖ نبی ہونے کے اہل تھے۔ اور اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہوتا تو وہ نبی بنتے مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اس لیے اللہ نے انہیں اس عمر سے پہلے ہی اٹھا لیا جس میں انبیا کو نبوت دی گئی تا کہ کوئی گمراہ انسان ان کی نبوت کا قائل نہ ہو جائے۔

پھر حضرت ابن عباس سے کثیر احادیث ختم نبوت کے متعلق مروی ہیں۔ جیسے آپ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے کچھ دن قبل اپنے گھر کا پردہ اٹھا کر فرمایا: اے لوگو! نبوت کے مبشرات میں سے صرف اچھی خوابیں رہ گئی ہیں۔ پھر آپ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لی النبوة ولکم الخلافة** ۔ ''میرے لیے نبوت ہے اور تمہارے لیے خلافت ۔'' (کنز العمال جلد ۱۳، ص ۵۱۱ حدیث ۳۷۳۱۲ بروایت ابن عساکر)

ابن عباس سے مروی ہے یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ نبوت صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے اور امت کے لیے صرف خلافت ہے گویا امت کے کسی فرد کے لیے نبوت نہیں ہے۔ اس کے باوجود مرزائیوں کا یہ تأثر دینا کہ ابن عباس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بقائے نبوت کے قائل ہیں کس قدر ظلم عظیم اور کذب اکبر ہے۔ **لاحول ولاقوة الا باللہ۔**

ختم نبوت پر چند عقلی دلائل:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب نبوت ہیں اور دوسرے انبیا نبوت کے ستارے ہیں۔ امام بوصیری نے اسی لیے فرمایا:

کانہ شمس فضل ھم کواکبھا
لیظھرن انوارھا للناس فی الظلم

یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب فضیلت ہیں اور دوسرے انبیا اس کے ستارے جو لوگوں کے لیے اپنے انوار اندھیروں میں ظاہر کرتے تھے۔ انبیائے کرام آسمان فضل پر ستارے بن کر چمکے مگر اندھیرا چھٹ نہ سکا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے فاران کی چوٹیوں سے آفتاب محمدی جلوہ گر کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے دنیا پر توحید و رسالت کی روشنی پھیل گئی۔ کروڑوں سینے نور قرآن سے جگمگا اٹھے۔ اسی لیے قرآن نے آپ کو سراج منیر (چمکا دینے والا آفتاب) کہہ کر یاد فرمایا۔

اور محمدی آفتاب کی روشنی بڑھتی ہی جا رہی ہے ایک وقت آنے والا ہے کہ ہر سینہ اس کے نور سے منور فرمایا جائے گا۔ اور اس میں شک نہیں کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو سب ستارے چھپ جاتے ہیں۔ ستارے ختم نہیں ہوتے وہ اپنی جگہ چمکتے ہی رہتے ہیں مگر آفتاب کے نور کے سامنے ماند پڑ جاتے ہیں۔ اسی طرح انبیا آج بھی زندہ اور محو عبادت ہیں۔ مگر محمدی آفتاب کے نور نے انہیں چھپا دیا ہے۔ دوستو جب پہلے انبیا کا نور بھی مدنی آفتاب کے آگے ماند پڑ گیا ہے تو کسی کی نبوت کا ستارہ کیوں کر چمکے گا اور اس کے چمکانے کی کیا ضرورت ہے؟

دوم: جب کاغذ پر پرکار سے دائرہ کھینچا جائے تو اس کی ایک ٹانگ کاغذ میں پیوست کر کے دوسری ٹانگ کو گول گھمایا جاتا ہے جس سے گول دائرہ کھنچ جاتا ہے اور دائرہ یوں کھنچتا ہے کہ پرکار جس نقطہ سے دائرہ شروع کرتی ہے اسی نقطہ پر واپس آ جاتی ہے تو دائرہ مکمل ہو جاتا ہے۔ اللہ نے بھی صفحۂ دہر پر دائرہ نبوت کھینچا تو قدرت کی پرکار نے ذات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقطہ سے دائرہ شروع کیا اور اسی نقطہ پر لا کر ختم کر دیا۔ اسی لیے حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے **واذاخذنا من النّبیین میثاقھم و منک من نوح** (احزاب: ۷) کے تحت فرمایا: ''میں تخلیق میں سب انبیا سے پہلے ہوں اور بعثت میں سب انبیا کے بعد۔'' (ابن ابی حاتم جلد ۹، ص ۳۱۱۶ حدیث ۱۷۵۹۴)

''حضرت میسرۃ الفخر سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی آپ نے فرمایا: اس وقت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔'' (درمنثور جلد ۶، ص ۵۶۹ بروایت احمد، طبرانی، حاکم)

معلوم ہوا کہ نبوت سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی اور سب سے آخر میں آپ کو مبعوث کیا گیا گویا دائرہ نبوت آپ سے شروع کیا گیا۔ تو ضروری تھا کہ وہ آپ ہی پر ختم ہو مولانا احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

فتح باب نبوت پہ بے حد درود
ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

دوستو! جب دائرہ نبوت مکمل ہو چکا ہے تو کوئی نیا نبی کیسے آ سکتا ہے۔ خواہ وہ مسیلمہ کذاب ہو یا مسیلمہ پنجاب۔

سوم: جب بہت سی رقمیں جمع کرنا ہوں تو انہیں ایک دوسرے کے نیچے لکھتے جاتے ہیں پھر آخر میں لائن کھینچ کر اس کے نیچے ان تمام رقموں کا مجموعی عدد لکھا جاتا ہے۔ اس میں اوپر والی تمام رقمیں آ جاتی ہیں۔ اسی طرح اللہ نے سب انبیا کو گونا گوں صفات و کمالات عطا فرمائے اور معجزات بخشے، آخر میں اللہ نے چاہا کہ ان تمام صفات و کمالات اور معجزات کو جمع کیا جائے تو اللہ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کمالاتِ نبوت کا جامع بنا کر آخری نبی کی صورت میں مبعوث فرما دیا۔ جب مجموعی عدد آ گیا تو مزید کوئی عدد نہیں آ سکتا۔

یہاں تین عقلی دلائل پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ میں نے اپنی کتاب ''ختم نبوت اور قادیانیت'' میں مزید عقلی دلائل سے عقیدہ ختم نبوت ثابت کیا ہے وہاں ضرور دیکھ لیں۔ ❑❑

شخصیت

شاہ محمد عثمانی☆

ملک العلما مولانا ظفرالدین

ماہنامہ ' زادِ سفر' ممبئی شوکت علی (علیگ) کے زیرادارت نکلتا رہا ہے۔ فروری ۲۰۰۲ء میں مذکورہ رسالے میں شاہ محمد عثمانی صاحب مقیم مکہ کا ایک مضمون بعنوان ' ملک العلما مولانا ظفرالدین ' کے نام سے شائع ہوا ہے۔ مضمون پڑھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ اس کو ' ماہِ نور ' کے ذریعہ قارئین کے سامنے پیش کیا جائے اور اس مضمون کے قارئین سے گزارش کی جائے کہ شاہ محمد عثمانی صاحب جو اس مضمون کے قلمکار ہیں انھوں نے جو کچھ کہا ہے اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟ قارئین سے گزارش ہے کہ بدلائل اس کے مشمولات کے تحت اپنی رائے سے آگاہ کریں تا کہ اس کی اصل حقیقت سے واقفیت ہو، اس مضمون کو ماہنامہ ' زادِ سفر' سے اس لیے بھی قارئین ' ماہِ نور ' کے سامنے پیش کیا جارہا ہے کہ کوئی صاحبِ قلم اس پر مستند انداز میں اپنی گفتگو کو قلم بند کر کے ادارے کو بھیجے۔ ادارہ ان کی نگارشات کو اپنے صفحات کی زینت بنائے گا۔ (نوشاد عالم چشتی علیگ)

ملک العلما مولانا ظفرالدین پٹنہ ضلع کے رہنے والے مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے شاگرد اور مرید اور خلیفہ اور مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے قدیم اساتذہ میں سے تھے اور آخر میں کچھ دنوں تک پرنسپل بھی رہے تھے۔ تفسیر وحدیث وفقہ ومنطق وفلسفہ خصوصاً قدیم علم ہیئت میں گہری نظر تھی۔ بلکہ علم ہیئت میں اپنے دور میں اپنی مثال آپ تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف بھی تھے اور بہت عمدہ مناظرہ کرنے والے اور خطیب تھے۔ اختلافی مسئلہ اگر کوئی نہ چھیڑے تو بہت اچھی گفتگو کرتے تھے۔ اختلافی مسئلہ چھیڑنے پر ان کو غیرت آجاتی تھی اور اپنے مسلک کی حمایت میں بولنے لگتے تھے۔ پٹنہ کی مختلف مساجد میں قرآن کا بہت اچھا درس دیتے تھے۔

ایک بار مولانا حفظ الرحمٰن صاحب پٹنہ تشریف لائے۔ جمعیۃ علما بہار کے دفتر میں تھے کہ ہم ان کے ساتھ قریب کی مسجد میں نمازِ مغرب کے لیے آگئے۔ اعلان ہوا کہ بعد نمازِ مغرب مولانا ظفرالدین صاحب درسِ قرآن دیں گے۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے مجھ سے پوچھا یہ کون ہیں؟ میں نے بتایا تو کہنے لگے میں ذرا سنوں گا، کسی کو میرے بارے میں بتایئے نہیں۔ چنانچہ بعد نماز مغرب مولانا ایک گوشہ میں تھوڑی دیر بیٹھے، اس کے بعد واپس ہوئے۔ راستہ میں کہنے لگے کہ تفسیر تو بہت عمدہ تھی، کوئی اختلاف کی بات بھی نہیں کی۔

میرا مکان چونکہ مولانا ظفرالدین کے مکان سے بہت قریب تھا اس لیے اکثر میرے پاس آجاتے تھے اور دلچسپ باتیں کرتے تھے۔ کہتے تھے: میں دو وجہ سے آپ سے محبت کرتا ہوں۔ ایک حسنِ اخلاق کی وجہ سے، مولانا سجاد کی یہ خصوصیت آپ میں پاتا ہوں۔ دوسرے اس وجہ سے کہ آپ میرے مرشد سید شاہ ایوب صاحب کے بھانجی داماد ہیں۔

میں نے ایک دفعہ ان سے کہا کہ: اصولِ فقہ کتاب میرے لڑکے محسن کو پڑھا دیجیے۔ اس کو مدرسہ عالیہ کلکتہ سے عالم کا امتحان دینا ہے۔ انھوں نے کہا بھیج دیجیے۔ میں نے دریافت کیا: آپ کو تکلیف تو نہیں ہوگی؟ فرصت تو ہے؟ انھوں نے جواب دیا: فرصت تو نہیں ہے لیکن یہ سب کتابیں اتنی بار پڑھا چکا ہوں کہ ان کے لیے کسی محنت اور مطالعہ کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ انھوں نے بہت محبت سے محسن کو وہ کتاب پڑھائی۔ مدرسہ عالیہ کے امتحان کے بعد محسن دارالعلوم دیوبند چلے گئے۔ انھوں نے سنا تو مجھ سے کہا کہ: دیوبند عام تعلیم گاہوں کی طرح ایک تعلیم گاہ ہے۔ وہاں پڑھیے اور اکابر دیوبند کو حرف آخر نہ مان کر کتاب وسنت کو معیارِ حق مانیے تو بھٹکنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اختلاف وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں لوگ کتاب وسنت کی جگہ اپنے بزرگوں کو معیارِ حق مان لیتے ہیں اور اس غرض سے کتاب وسنت کو غلط معنی پہنانے لگتے ہیں۔ بہت سے اداروں میں برائی اکابر پرستی میں غلو کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔

ایک روز انھوں نے اپنا ایک قصہ سنایا۔ کہنے لگے: میں بریلی میں پڑھتا تھا، وہاں سے قریب ایک حکیم صاحب تھے جو مولانا اشرف علی صاحب کے مرید تھے۔ میری وہاں ٹیوشن تھی۔ کسی نے حکیم صاحب کو کہہ دیا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کا یہ شاگرد ہے، تم سب کو کافر کہتا ہے۔ حکیم صاحب نے مجھ سے پوچھا: ''تم مولانا اشرف علی صاحب کو کافر کہتے ہو؟'' میں نے جواب دیا: ''نہیں۔'' تو انھوں نے پھر پوچھا: ''تمھارے استاد ان کو کافر کہتے ہیں؟'' میں نے جواب دیا ہاں۔ ''وہ مولانا اشرف علی صاحب کو کافر کہتے ہیں اور وہی نہیں بہت سے علمائے عرب وعجم ان کو کافر

☆ مقیم مکہ

کہتے ہیں اور میرے خیال میں مولانا اشرف علی صاحب خود اپنے کو کافر سمجھتے ہیں۔'' حکیم صاحب نے کہا: ''یہ کیا بولتے ہو؟ مولانا اشرف علی صاحب اپنے کو کافر سمجھتے ہیں؟'' میں نے کہا سنیے: ''مولانا اشرف علی صاحب کی عادت ہے کہ جب کوئی غلط مضمون وہ لکھتے ہیں تو اس کی اصلاح میں ایک رسالہ لکھ دیتے ہیں جیسے اصلاحِ ترجمہ نذیر احمد وغیرہ۔ اگر وہ اپنے اوپر فتویٰ کو غلط سمجھتے تو اس کی اصلاح میں بھی کوئی رسالہ لکھ دیتے۔ حکیم صاحب نے کہا: انھوں نے حلم سے کام لیا۔'' میں نے فوراً جواب دیا: ''آپ ان کے مرید ہیں، آپ بھی حلم سے کام لیجیے۔'' یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے۔ پھر میں نے کہا: ''اتنے دنوں سے آپ کے یہاں آتا ہوں، آپ مریضوں کو دیکھتے ہیں، میں نے آپ سے کبھی نہیں کہا کہ آپ نبض اس طرح کیوں دیکھتے ہیں، اس طرح دیکھئے۔ قارورہ اس طرح کیوں پکڑتے ہیں، اس طرح پکڑیئے؟ میں نے اس لیے آپ کو نہیں ٹوکا کہ آپ حکیم ہیں۔ یہ میرا شغل نہیں ہے۔ اس طرح یہ فتوے وغیرہ ہم مولویوں کی چیز ہے۔ آپ اس میں نہ پڑیئے، اسے ہم مولویوں کے لیے چھوڑ دیجیے۔''

مولانا ظفرالدین صاحب نے صحیح البخاری کے انداز میں صحیح البہاری کے نام سے حدیثوں کا ایک چھوٹا سا مجموعہ شائع کیا تھا، جو ان کے قول کے مطابق حنفیوں کی تائید میں ہے۔ انھوں نے یہ کتاب مجھ کو عنایت کی تھی جو میرے کتب خانے میں موجود ہے۔ موصوف خلافت تحریک کے بھی خلاف تھے۔ اس پر بھی انھوں نے ایک کتاب لکھی تھی، وہ بھی مجھ کو دی تھی۔ یہ کتاب بھی میری لائبریری میں موجود ہے۔ خاکسار تحریک جب ہندوستان میں مقبول ہو رہی تھی اور عنایت اللہ مشرقی صاحب نے لکھا کہ: مسلمانوں کا سمت قبلہ ہندوستان میں علم ہیئت کی رو سے غلط ہے، تو مولانا ظفرالدین صاحب نے اس کا مفصل اور معقول جواب دیا تھا جسے مولانا سید سلیمان ندوی صاحب نے 'معارف' میں تعریفی نوٹ کے ساتھ شائع کیا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی علم ہیئت پر کتنی گہری نظر تھی۔

مدرسہ شمس الہدیٰ میں ان کی پرنسپلی کے سلسلے میں مولانا سید سلیمان ندوی انٹرویو لینے کے لیے بلائے گئے تو سید صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ: اختلافِ مسلک کو دخل نہیں دینا چاہیے۔ مولانا ظفرالدین صاحب نے مولانا سہول صاحب دیوبندی اور مولانا عبیداللہ صاحب مجھری کے ساتھ مدتوں اس مدرسہ میں پڑھایا ہے اور ذی علم بھی ہیں اس لیے ان کا حق ہے۔ چنانچہ سید صاحب تشریف لائے تو انھوں نے انٹرویو کے بعد اول ترجیح مولانا ظفرالدین صاحب کو دی اور دوسری مولانا ریاست علی صاحب ندوی کو، لیکن حکومت کے اربابِ حل وعقد نہیں چاہتے تھے کہ مولانا ظفرالدین صاحب ہوں اس لیے دوبارہ درخواستوں کے لیے اعلان کیا گیا اور دوسری بار انٹرویو کے لیے مولانا ظفرالدین صاحب کو طلب نہیں کیا گیا۔ مشہور مجاہد آزادی مولانا نورالدین بہاری بھی اس معاملہ میں سید سلیمان ندوی کے ہم خیال تھے۔

ایک بار اپنے لڑکے کے بارے میں کہنے لگے کہ: میں نے جو چاہا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو اس سے زیادہ دیا۔ میں تو صرف اتنا چاہتا تھا کہ وہ مولوی ہو جائے، لیکن اللہ نے اس کو مولوی بھی بنایا، ایم اے بھی بنایا، یورپ بھی بھیجا، پی ایچ ڈی کیا اور مسلمانوں کی مشہور یونیورسٹی علی گڑھ میں پروفیسر بھی بنایا۔ آج وہ خدا کے فضل سے شعبۂ عربی کے صدر ہیں اور عربی مخطوطات، غالبیات اور تحقیق کی دُنیا میں ان کا نام معروف ہو چکا ہے۔

مولانا ظفرالدین صاحب ہمارے محلّہ کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے اور خطبہ اُردو میں دیتے تھے۔ خطبہ میں کوئی بات اختلاف کی میں نہیں پاتا تھا۔ مسجد میں لوگ ''**قدقامت الصلوٰة**'' پر اُٹھتے۔ ایک روز میرے دوست مولانا عبدالغنی صاحب آ گئے۔ یہ تھے اُن کے شاگرد، مدرسہ شمس الہدیٰ کے پڑھے ہوئے، لیکن مسلکاً دیوبندی تھے۔ مولانا سہول صاحب وغیرہ کا اثر زیادہ تھا، مولانا ظفرالدین صاحب بیٹھے ہوئے تھے، دونوں میں اس پر بحث ہو گئی کہ ''**قدقامت الصلوٰة**'' پر اُٹھنا چاہیے یا نہیں۔ میں نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ: ''**قدقامت الصلوٰة**'' پر اُٹھنا ٹھیک ہی ہے لیکن ضروری تو نہیں جس کے لیے لڑائی کی جائے۔ مولانا نے دریافت کیا: کون لڑائی کرتا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ: میں نے مسجد میں کئی بار دیکھا ہے کہ لوگ شروع تکبیر میں کھڑے ہونے والوں کو باصرار بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مولانا نے کہا: یہ چال کرتے ہوں گے، لیکن شاید مسجد میں مولانا نے اپنے ماننے والوں کو منع کیا کہ سختی نہ کی جائے، کیونکہ اس کے بعد میں نے اس مسجد میں کسی کو بٹھاتے نہیں دیکھا۔

ایک روز ایک صاحب نے مولانا ظفرالدین صاحب کو کہا: میرے یہاں میلاد ہے، تشریف لایئے گا، لیکن قیام نہیں ہوگا۔ مولانا نے قیام نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو انھوں نے جواب دیا کہ مولانا عبدالخبیر صاحب کو بھی دعوت دی ہے اور وہ قیام پسند نہیں کرتے۔ قیام کوئی ضروری چیز تو ہے نہیں۔ مولانا ظفرالدین صاحب نے کہا کہ کوئی ضروری چیز نہیں ہے تو ہونا

یہ چاہیے کہ میں میلاد پڑھوں اور قیام نہ کروں اور مولانا عبدالخبیر صاحب میلاد پڑھیں اور قیام کریں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ قیام نہ واجب ہے نہ حرام۔ اس پر مجھ کو ایک واقعہ یاد آ گیا جو مولانا ریاض احمد صاحب نے مجھے سنایا تھا اور وہ واقعہ میں نے مولانا ظفر الدین صاحب کو بھی سنایا، اور وہ یہ ہے کہ مولانا شاہ محی الدین امیر شریعت ثانی سجادگی سے پہلے چمپارن اپنے کسی مرید کے یہاں گئے تھے۔ مرید نے ان کی موجودگی سے فائدہ اُٹھا کر میلاد کی مجلس رکھی تھی۔ مولانا ریاض احمد صاحب امیر شریعت کے ساتھ تھے۔ امیر شریعت نے اعلان کیا کہ چونکہ ان کے ساتھ بعض ایسے علما ہیں جو قیام کو پسند نہیں کرتے اس لیے ان کے احترام میں اس میلاد کی مجلس میں قیام نہیں ہوگا چنانچہ انھوں نے قیام نہیں کیا۔

مولانا ظفر الدین صاحب نے عیسائیت کے ردّ میں ایک روز بہت اچھی تقریر کی تھی۔ افسوس میں اس کو یاد نہیں رکھ سکا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ عیسائیت کے بارے میں ان کا مطالعہ بہت اچھا تھا۔

امارتِ شرعیہ کے بارے میں جب بھی مولانا سے گفتگو ہوئی، میں نے محسوس کیا کہ مولانا اس کو خوب اچھی طرح سمجھے ہوئے ہیں اور انھوں نے سمجھ کر امارت کی حمایت میں فتویٰ دیا تھا۔

میں نے اپنی میلاد کی کتاب مولانا کو دی۔ کچھ عرصے کے بعد ملاقات ہوئی تو کہنے لگے کہ آپ کی میلاد کی کتاب بہت اچھی ہے۔ میں اپنے یہاں بچی کو یہ کتاب پڑھا رہا ہوں۔

ایک روز اپنے ہی مسلک کے مشہور بریلوی عالم مولانا حشمت علی کی مذمت کرنے لگے کہ وہ خواہ مخواہ ہر جگہ لڑائی چھیڑتے رہتے ہیں۔ میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کے مسلک کا حامی ہوں، ان کی ایک ایک رائے کی حمایت میں دلیل بھی رکھتا ہوں، لیکن خواہ مخواہ کے لیے لوگوں سے لڑائی نہیں کرتا پھرتا، ان کی اس بات سے ان کی رواداری اور شریفانہ طبیعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ایک روز ہمارے دوست مولوی شمس الضحیٰ سے گفتگو میں سخت برہم ہوئے۔ شمس الضحیٰ صاحب نے کہا تھا کہ: آپ اتنے بڑے عالم ہیں اور اس طرح گفتگو کرتے ہیں۔ مولانا بولے: میں ذات کا ملِک ہوں، سید نہیں ہوں۔ پڑھا پٹھان سے، روٹی کھائی پٹھان کی، مرید ہوا پٹھان سے اس لیے اختلاف کی بات اگر چھیڑیے گا تو مجھ سے نرم نرم گفتگو کی توقع نہ رکھیے۔ مولانا کا یہ انکسار مجھ کو بہت اچھا معلوم ہوا۔ مولانا نے اپنی برہمیِ مزاج کی خود ہی تاویل کر لی۔

مولانا نے ایک روز مجھ سے کہا کہ: صوفی اگر اختلافی مسائل میں الجھتا ہے تو وہ صوفی نہیں ہے۔ اس کو تو ہر جگہ خدا کا حسن اور جلوہ نظر آتا ہے، البتہ ہم مولویوں کی مثال میونسپلٹی کے جمعدار کی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کہاں پر گندگی ہے، گندی نالیاں صاف ہوئیں یا نہیں، تاکہ مچھر مکھیوں کے پیدا ہونے کا احتمال نہ رہے۔

بہرحال پہلے زمانے کے لوگ خواہ کسی مسلک کے ہوں قابلِ قدر تھے، اب تو لوگ صرف مسلک کی لڑائی لڑتے ہیں، اندر سے کچھ نہیں ہوتے، نہ علم کی گہرائی ہوتی ہے اور نہ تقویٰ اور خدارسی۔

مولانا کا انتقال ہوا تو ہماری اہلیہ کے ماموں شاہ ایوب صاحب مرحوم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی، جن سے انھوں نے آخر عمر میں ارشاد لے لیا تھا۔

مولانا کے ایک عزیز ہدیٰ صاحب نے جو کلکتہ میں رہتے ہیں، مجھ سے کہا کہ میں نے دیکھا تھا مولانا ظفر الدین صاحب، مولانا سہول صاحب دیوبندی کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ ان سے وجہ پوچھی تو کہنے لگے جماعت کی اہمیت کی بنا پر ان کے پیچھے نماز پڑھ لی۔

مولانا سے نقیب کے سیرت نمبر کے لیے ایک بار مضمون مانگا، مولانا نے فوراً اپنا مضمون بھیج دیا۔ مولانا عثمان غنی نے کہا اس میں چند سطریں ہیں۔ اگر ان کو نکال دیا جائے تو کسی کو اعتراض نہ ہوگا۔ چنانچہ مولانا عثمان غنی صاحب کی رائے سے وہ سطریں نکال دی گئیں اور باقی حصہ شائع کر دیا گیا۔ مولانا نے کبھی ملاقات میں مجھ سے نہیں پوچھا کہ یہ سطریں کیوں نکال دی گئیں۔

مولانا کے بارے میں عام خیال یہ ہے کہ وہ بہت متعصب بریلوی تھے لیکن میرا اپنا تأثر اس سے مختلف ہے۔ میں نے مولانا کو اس نا چیز سے ہمیشہ خوش پایا جس کو مذہبی اختلافات سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اس طرح مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد کی ہمیشہ تعریف کرتے ہوئے دیکھا جس کے تعلقات علمائے دیوبند سے قوی تر تھے۔ یہی نہیں بلکہ وہ بالکل ابتدا میں امارتِ شرعیہ کی حمایت میں بیان دے چکے تھے جس کی کاپیاں اب بھی دفتر امارت شرعیہ میں شاید محفوظ ہوں گی اور یہ سب کو معلوم ہے کہ امارتِ شرعیہ میں مختلف مسلک کے علما کام کرتے رہے ہیں۔ ❑❑

(بشکریہ: ماہنامہ زادِ سفر، ۲۰۰۲ء)

ابو اُسامہ ظفر القادری بکھروی☆

امام الفقہا والمحدثین امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت

سوادِاعظم اہلِ سنت و جماعت جس کی ایک تابناک، دل پذیر اور وسیع تاریخ ہے۔اعتقادی، مسلکی اور فکری اعتبار سے امت کی رہنمائی کا بارِگراں اس کے مضبوط کاندھے پر ہے۔ماضی میں ہمارے اسلاف واکابر نے امت کی رہنمائی اور کامیابی کے لیے جو قابلِ فخر اور زرّیں کارنامے انجام دیے وہ آج بھی ہمارے لیے بہترین نمونہ اور مشعلِ راہ ہیں۔نہایت خوشی اور مسرت کی بات ہے کہ پچھلے دو تین سالوں سے بڑے منظم اور مربوط انداز میں سوادِاعظم اہل سنت و جماعت میں ''تحریکِ اسلاف شناسی'' چل رہی ہے۔اگر اسی طرح تحریک پوری بیداری کے ساتھ چلتی رہی تو جماعت اہل سنت بہت جلد اپنے اسلاف واکابر اور ان کی روشن تاریخ سے واقف ہو جائے گی۔اس اہم تحریک کا حصہ بنتے ہوئے اسلاف واکابر اہلِ سنت کی حیات، خدمات اور تعلیمات سے مسلمانوں کو واقف کرانے کے لیے ادارہ 'ماہِ نور' کی جانب سے 'تحریکِ اسلاف شناسی' کا یہ یادگار کالم شروع کیا گیا ہے۔اس کالم کے تحت تیرہویں اور چودھویں صدی ہجری کے نمائندہ اکابر اہل سنت کی خدمات ہر مہینے پیش کی جائیں گی۔**(نوشادعالم چشتی علیگ)**

یوں تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے نام کا ڈنکا چہار دانگ عالم میں بج رہا ہے اور آپ کے متقی و پرہیز گار ہونے میں تو حاسدین کو بھی شک نہیں۔مگر آج کل کچھ دشنام طراز قسم کے لوگوں نے یہ وطیرہ بنایا ہوا ہے کہ فقہ حنفی خصوصاً حنفی محدثین و فقہا کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے گستاخانہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔ان میں غیر مقلدین (اہلِ حدیث) کے حافظ زبیر علی زئی صاحب اپنا ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔چنانچہ موصوف نے ایک خط میں دو جگہ پر امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کو معاذ اللہ ''ابوخبیثہ'' لکھا ہے۔حافظ صاحب کی اس دریدہ دہنی کو دیکھتے ہوئے ہم نے سوچا کہ عالم اسلام کے اس بطل جلیل عظیم محدث وفقیہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت علیہ الرحمہ سے متعلق چند حقائق پیش کریں تا کہ قارئین پر واضح ہو کہ آپ کی علمی شان وعظمت کس پائے کی ہے۔

امام اعظم سے محبت سُنّیت کی علامت ہے:

حضرت عکرمہ، حضرت سالم اور حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے شاگرد ثقہ حافظ محدث جلیل عبدالعزیز بن میمون علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''من احب ابا حنیفة فهو سنی، و من ابغضه فهو مبتدع.

جو ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے محبت کرتا ہے وہ سُنّی ہے اور جو آپ سے بغض رکھتا ہے وہ بدعتی ہے۔(الجواہر المضیہ ۲/۲۴۴)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:''ہمارے اور لوگوں کے درمیان ابوحنیفہ ہیں، جو ان سے محبت وتعلق رکھتا ہے ہم جانتے ہیں کہ وہ اہل سنت ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے ہم یقین سے کہتے ہیں کہ وہ بدعتی ہے۔(الجواہر المضیہ ۱/۱۸۲)

یہ عبدالعزیز بن میمون امام اعظم ابوحنیفہ کے معاصر ہیں ان کے تلامذہ میں یحییٰ القطان، عبداللہ بن مبارک، عبدالرزاق اور وکیع بن الجراح جیسے اساطین حدیث موجود ہیں۔ان کی وفات ۱۵۹ میں ہوئی۔

ہر دور میں امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی عظمت و رفعت شان اور بلند علمی مقام سے حسد کرنے والوں کی کمی نہیں رہی۔مگر اللہ رب العزت نے ہمیشہ اپنے اس ولی کامل کو عزت سے نوازا۔ہر دور میں امام اعظم علیہ الرحمہ سے محبت کرنے والوں اور آپ کی تعلیمات کی پیروی کرنے والوں کی بھی کوئی کمی نہ تھی۔آج بھی الحمدللہ اس روئے زمین پر دو تہائی حنفی مسلمان ہیں۔چنانچہ اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے علامہ ابن حجر مکی شافعی علیہ الرحمہ اپنی کتاب 'الخیرات الحسان' میں رقم طراز ہیں:

''ان الامام ابی حنیفه کان له حساد کثیرون فی حیاته و بعد مماته''۔امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے بہت سے حاسد تھے۔ان کی زندگی میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی۔

امام ابو حنیفہ کے حاسدوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا:

مشہور غیر مقلد (اہلحدیث) عالم حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی فرماتے ہیں!''جو شخص ائمہ دین اور خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی بے ادبی کرتا ہے اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔''(تاریخ اہل حدیث ص ۴۳۷)

مولانا تجمل حسین صاحب بہاری لکھتے ہیں:

ایک اور غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم صاحب مکہ مکرمہ گئے اور حضرت قبلہ سید شاہ محمد علی مونگیری علیہ الرحمہ سے ملاقات کی۔مولانا محمد ابراہیم نے حضرت شاہ صاحب سے کہا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجلس خواب میں دیکھا اس مجلس میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ بھی تشریف فرما تھے۔جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تم ان یعنی ابوحنیفہ سے بدظن ہو، قصور معاف کراؤ۔میں نے امام اعظم علیہ الرحمہ کے قدموں میں گر کر معاف کرایا۔(کمالات رحمانی ص ۱۷)

انہی حاسدین میں ایک نعیم بن حماد بھی ہے جو امام صاحب علیہ الرحمہ کے

☆ پاکستان

حسد میں اتنا بڑھ گیا کہ تقویت سنت کے لیے جھوٹی حدیثیں بنایا کرتا تھا۔
امام ذہبی فرماتے ہیں:

''**قال الأزدی کان نعیم ممن یضع الحدیث فی تقویة السنة و حکایات مزورة فی ثلب النعمان کلها کذب**''

ازدی کہتے ہیں کہ نعیم تقویت سنت کے لیے حدیث وضع کیا کرتا تھا اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے مصائب میں (جھوٹی) حکایات گڑھا کرتا تھا جو سب جھوٹ ہیں۔ (میزان الاعتدال ۴/ ۲۶۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی (تہذیب التہذیب ۱۰/ ۴۶۳ طبع حیدرآباد دکن الہند) میں یہی بات لکھی ہے۔ اس نعیم بن حماد نے حنفیوں کے ردّ میں ایسی ہی جھوٹی حکایات پیش کر کے کتابیں لکھی ہیں۔ یہ شخص ۲۲۸ھ میں فوت ہوا۔ اس شخص کے پاس اگر کوئی پختہ دلیل ہوتی تو وہ یہ جھوٹی حکایات نہ بناتا۔ یہ نعیم بن حماد حاسدوں کا سرغنہ اہل سنت کے عقیدے کے خلاف قرآن پاک کو مخلوق کہتا تھا۔ اسے حکومت وقت نے گرفتار کر کے اور باندھ کر ایک گڑھے میں پھینک دیا۔ جہاں وہ مر گیا۔ نہ اس کو کفن نصیب ہوا نہ نماز جنازہ۔ دیکھئے: (تاریخ بغداد ۱۵/ ۴۳۰ طبع دار العرب الاسلامی بیروت)

(ابھی حال ہی میں راولپنڈی میں ایک مناظرہ جو محقق و مصنف فیصل خان اور حافظ عمر صدیق (اہل حدیث) کے مابین ہوا بعد از مناظرہ حافظ عمر صدیق اور ان کے ساتھیوں نے ''سخاوی مردود، سخاوی مردود'' کے نعرے لگائے۔ جس سے بزرگان دین کے بارے میں ان کی خبث باطنی ظاہر ہوئی۔ امام سخاوی علیہ الرحمہ عالم اسلام کے ایک مستند و عظیم محدث اور اکابرین اسلام کے نزدیک مسلّمہ شخصیت کے حامل بزرگ ہیں۔ اور نام نہاد اہل حدیث کا ان پر لعن طعن کرنا محدثین سے ان کی محبت کی ایک جھلک ہے۔ اس مناظرہ کی ویڈیو ریکارڈنگ ہمارے پاس موجود ہے۔ (ظفر القادری بکھروی)

امام اعظم ابو حنیفه محدثین کی نظر میں :

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت علیہ الرحمہ کی عظمت و ثقاہت کے اپنے پرائے سب معترف ہیں۔ سوائے حاسدوں کے۔ چند محدثین کی آراء ملاحظہ فرمائیں کہ وہ امام صاحب علیہ الرحمہ کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں:

سید الحفاظ حضرت یحییٰ بن معین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''**عدل ثقة ما ظنک بمن ادله ابن المبارک و وکیع**'' ترجمہ: سراپا عدالت ہیں، ثقہ ہیں۔ ایسے شخص کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے۔ جس کی عبداللہ بن مبارک اور وکیع نے توثیق کی ہے۔ (مناقب امام الاعظم، از، کردری، ۱/ ۹۱)

کسی نے سید الحفاظ ''یحییٰ بن معین علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ! ''**ابو حنیفة کان یصدق فی الحدیث. قال نعم صدوق**''۔ ابوحنیفہ حدیث میں سچے ہیں؟۔ فرمایا: ہاں سچے تھے۔ (مناقب موفق ۱/ ۱۹۲)

حافظ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ یحییٰ بن معین سے یوں نقل کرتے ہیں: ''**کان ثقه صدوقا فی الفقة والحدیث ما مونا علی دین الله**''۔ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ فقہ اور حدیث میں ثقہ، صدوق اور اللہ تعالیٰ کے دین میں قابل اعتماد اور مامون تھے۔ (الخیرات الحسان ص ۲۱، تاریخ بغداد ۱۵/ ۵۸۱: طبع بیروت)

امام یحییٰ بن معین ''معرفة الرجال'' میں فرماتے ہیں: ''**قال ابن محرز سمعت یحییٰ یقول ابو حنیفه عند نا من اهل الصدق**''۔ ابن محرز فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین کو فرماتے سنا ابوحنیفہ علیہ الرحمہ ہمارے نزدیک سچے ہیں۔ (معرفۃ الرجال ۲۳۰)

ایک اور روایت میں یحییٰ بن معین کے الفاظ یوں نقل کیے گئے ہیں: ''**یقول یحییٰ بن معین وهو یسٔال عن ابی حنیفة ثقه هو فی الحدیث فقال نعم ثقة ثقة کان واللّٰه اورع من أن یکذب وهو اجل قدراً من ذالک** ...الخ۔

ترجمہ: امام یحییٰ بن معین سے امام ابوحنیفہ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ وہ حدیث میں ثقہ تھے، انھوں نے فرمایا ہاں ثقہ تھے، ثقہ تھے۔ خدا کی قسم ان کی شان اس سے بہت بلند بالا تھی کہ وہ جھوٹ کہتے۔ (مناقب موفق ۱/ ۱۹۲، تاریخ بغداد ۱۵/ ۵۸۰ طبع بیروت)

شیخ الاسلام علامہ ابن عبد البر المالکی بطریق امام عبداللہ بن احمد الدروقی روایت کرتے ہیں کہ! ''**سئل یحییٰ بن معین وانا اسمع عن ابی حنیفة فقال ثقة ما سمعت احداً ضعفه هذا شعبة بن الحجاج یکتب الیه ان یحدث ویأمره و شعبة شعبة.**''

ترجمہ: امام یحییٰ بن معین سے امام ابوحنیفہ کے بارے میں سوال کیا گیا اور میں سن رہا تھا تو انھوں نے فرمایا کہ وہ ثقہ تھے۔ میں نے کسی سے نہیں سنا کہ کسی ایک نے بھی ان کو ضعیف کہا ہو اور یہ کہ شعبہ بن حجاج ہیں جو ان کی طرف لکھ رہے ہیں کہ وہ حدیث بیان کریں اور ان کو حکم دے رہے ہیں اور شعبہ علیہ الرحمہ تو شعبہ ہیں۔ (الانتقاء: ص ۱۲۷)

امام ابن حجر مکی الشافعی لکھتے ہیں: ''**سئل یحییٰ بن معین عنه فقال ثقة ما سمعت احداً ضعفه.**''

ترجمہ: امام یحییٰ بن معین سے امام ابوحنیفہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا وہ ثقہ تھے۔ میں نے کسی سے ان کی تضعیف نہیں سنی۔ (الخیرات الحسان: ص ۳۲)

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نقل کرتے ہیں: ''**وقال محمد بن سعد العوفی سمعت ابن معین یقول کان ابو حنیفة ثقه لا یحدث**

بالحدیث الا بما یحفظه و لا یحدث بما لا یحفظ و قال صالح بن محمد الاسدی عن ابن معین کان ابو حنیفة ثقة فی الحدیث''

ترجمہ: محمد بن سعد العوفی فرماتے ہیں کہ میں نے ابن معین کو فرماتے سنا! ابوحنیفہ ثقہ تھے۔ وہ صرف وہی حدیث بیان کرتے تھے جواُن کو ازبر ہوتی تھی اور جواُن کو یاد نہ ہوتی تھی وہ اُس کو بیان نہ کرتے تھے۔ اور صالح بن محمد الاسدی امام یحییٰ بن معین سے روایت کرتے ہیں کہ: ''امام ابوحنیفہ حدیث میں ثقہ تھے''۔ (تہذیب التہذیب: ابن حجر، ۱۰/ ۴۴۹۔ ۴۵۰، مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۲۵ھ، تاریخ بغداد، ۱۵/ ۵۸۰ طبع بیروت)

خطیب بغدادی لکھتے ہیں: ''اخبرنا ابن رزق قال حدثنا احمد بن علی بن عمر بن جیش الرازی قال سمعت محمد بن احمد بن عصام یقول محمد بن سعد العوفی یقول سمعت یحییٰ بن معین کان ابو حنیفة ثقة لا یحدث بالحدیث الاما یحفظ، و لا یحدث بما لا یحفظ''۔ (ترجمہ سابقہ) (تاریخ بغداد، ۱۵/ ۵۸۰، طبع بیروت)

ایک اور سند کے ساتھ لکھتے ہیں: ''ابو حنیفة ثقة صدو قا فی الحدیث و الفقه مأمونا علی دین اللّٰه.''

ترجمہ: ابوحنیفہ حدیث میں ثقہ سچے اور اللہ کے دین میں قابل اعتماد اور مامون تھے۔ (تاریخ بغداد، ۱۵/ ۵۸۱، طبع بیروت)

مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری رقم طراز ہیں: ''امام ابن معین، امام شعبہ اور امام سفیان ثوری رحمہم اللہ تمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کرتے ہیں''۔ (محصلہ تحقیق الکلام، ۱۴۰)

امام یحییٰ بن سعید قطّان بصری علیہ الرحمہ امام اعظم کی بصیرت پر یوں اظہار خیال کرتے ہیں:

''اخبرنا العتیقی قال حدثنا عبد الرحمن بن عمر بن نصر بن محمد الدمشقی بها قال حدثنی قال حدثنا أحمد بن علی سعید القاضی قال سمعت یحییٰ بن معین سمعت یحییٰ بن سعید القطان یقول لا نکذب اللّٰه، ما سمعنا أحسن من رأی أبی حنیفة، و لقد أخذنا بأکثر أقواله.''

ترجمہ: قسم بخدا! ہم نے (کسی بھی مسئلہ پر) ابوحنیفہ سے زیادہ بہتر رائے کسی کی نہیں سنی اور ہم نے ان کے کافی اقوال لیے ہیں۔ (تاریخ بغداد، ۱۵/ ۴۷۴، طبع بیروت: تہذیب التھذیب، ۱۰/ ۴۵۰، طبع ہند)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: ''و ابا حنیفة قاضی قضاة العلماء و من قال لک سوی هذا فارمه فی کناسه بنی سلیم۔''

ترجمہ: ابوحنیفہ علیہ الرحمہ علما کے قاضی القضاۃ تھے۔ جو شخص تجھے اس کے علاوہ کوئی اور بات کہے تو تم اس کو بنوسلیم کی غلاظت اور گندگی ڈالنے کی جگہ ڈال دو۔ (مناقب موفق، ۲/ ۲۵)

عبد اللہ بن مبارک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''اخبرنا الخلال قال أخبرنا الحریری أن الحنفی حدثهم قال حدثنا محمد بن علی بن عفان قال حدثنا أبو کریب قال سمعت عبد اللّٰه المبارک و أخبرنی محمد بن احمد بن یعقوب قال أخبرنا محمد بن نعیم الضبیی قال حدثنی أبو سعید محمد بن الفضل المذکر قال حدثنا أبو عبد اللّٰه محمد بن سعید المروزی قال حدثنا أبو حمزة یعلی بن حمزة قال سمعت أبا وهب محمد بن مزاحم یقول سمعت عبد اللّٰه بن المبارک یقول رأیت أعبد الناس ورأیت أورع الناس، ورایت أعلم الناس، ورأیت أفقه، فأمّا أعبد الناس فصبد العزیز بن أبی رواد، وأما أورع الناس فالفضیل بن عیاض، و اما اعلم الناس فسفیان الثوری، وأما افقه الناس فابو حنیفة ثم قال ما رایت فی الفقه مثله.'' (تاریخ بغداد، ۱۵/ ۴۶۹، طبع بیروت)

ترجمہ: عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں! میں نے لوگوں میں سب سے بڑا عابد، سب سے بڑا متقی، سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑا فقیہہ دیکھا ہے۔ اعبد الناس تو عبد العزیز بن أبی رواد ہیں۔ اور اُورع الناس فضیل بن عیاض ہیں۔ اور اعلم الناس تو سفیان ثوری ہیں۔ اور افقه الناس امام ابوحنیفہ ہیں۔ اور فرمایا میں نے فقہ میں ان کا کوئی ہم پلّہ نہیں دیکھا۔

دوسرے مقام پر عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں: ''اخبرنا الحسین بن علی بن محمد المعَدّل قال حدثنا علی بن الحسن الرازی قال حدثنا محمد بن الحسین الزعفرانی قال حدثنا علی بن الحسن بن شفیق قال کان عبد اللّٰه بن المبارک یقول اذا اجتمع هذان علی شی ء قوی یعنی الثوری و ابا حنیفة.''

ترجمہ: جب یہ دونوں (سفیان ثوری، ابوحنیفہ) کسی بات پر متفق ہو جائیں تو یہ قوی بات ہے۔ (تاریخ بغداد، ۱۵/ ۴۷۰، طبع بیروت)

''أخبرنا الصمیری قال أخبرنا عمر بن ابراهیم قال حدثنا مکرم بن أحمد قال أحمد بن محمد بن مفلس، قال حدثنا محمد بن مقاتل قال سمعت ابن المبارک قال. ان کان الاثر قد عرف و احتیج الی الثرای، فرای مالک و سفیان و أبی حنیفة، و أبو حنیفة أحسنهم و أدقهم فطنة و أغوصهم علی الفقه و هو أفقه الثلاثة''

(تاریخ بغداد، ۱۵/ ۴۷۰، طبع بیروت: الخیرات الحسان، ص، ۴۵: أخبار أبی حنیفہ، ۷۷)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ: اگر کوئی معروف اثر ہو

جس میں رائے کی ضرورت ہوتو امام مالک، امام سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ کی آرا کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور پھر امام ابوحنیفہ ان سب سے اچھے ہیں۔ باریک بینی میں ان سب سے زیادہ ذہین ہیں۔ اور فقہ میں سب سے زیادہ غور وخوض کرنے والے ہیں۔ اور وہ ان تینوں میں سب سے بہتر مسائل کو سمجھنے والے ہیں۔

مزید بیان فرماتے ہیں: ''ابوحنیفہ سب سے زیادہ فقہ جانتے ہیں۔'' (تہذیب التہذیب، ۱۰/۴۵۰ طبع ہند: تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۱۴۸ طبع لاہور)

امامِ مدینہ امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''اخبرنی البرقانی قال حدثنا أبو العباس بن حمدان لفظا قال حدثنا محمد بن ایوب قال أخبرنا أحمد بن الصباح، قال سمعت الشافعی محمد بن ادریس قال قیل لمالک بن انس، هل رأیت أبا حنیفة؟ قال نعم، رایت رجلا لو کلمک فی هذه الساریة أن یجعلها ذهبا لقام بحجته''۔ (تاریخ بغداد، ۱۵/۴۶۳: تہذیب الکمال ۲۹/۴۲۹: اکمال، ص، ۶۲۵: الخیرات الحسان ص ۱۲)

ترجمہ: امام شافعی علیہ الرحمہ نے امام مالک علیہ الرحمہ سے پوچھا کیا آپ نے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کو دیکھا ہے۔ فرمایا ہاں دیکھا ہے اگر وہ آپ کے ساتھ اس ستون کو سونے کا ثابت کرنے پر کلام کرتے اس پر حجت قائم کردیتے۔

امیر المومنین فی الحدیث امام سفیان بن سعید الثوری علیہ الرحمہ سے امام محمد بن بشیر بیان کرتے ہیں: ''میں امام سفیان ثوری اور ابوحنیفہ کے پاس آتا جاتا تھا۔ جب میں امام ابوحنیفہ کے پاس آتا تو وہ پوچھتے کہاں سے آئے ہو۔ میں عرض کرتا۔ سفیان ثوری کے پاس سے آیا ہوں۔ یہ سن کر فرماتے آپ ایسے آدمی کے پاس سے آئیں ہیں کہ اگر علقمہ اور اسود بھی موجود ہوتے تو یقیناً ان کے علم کے محتاج ہوتے۔ پھر جب میں سفیان ثوری کے پاس آتا تو وہ پوچھتے کہاں سے آئے ہو۔ میں عرض کرتا ابوحنیفہ کے پاس سے تو وہ فرماتے!!''فیقول لقد جئت من عندأفقه أهل الار.'' ترجمہ: آپ روئے زمین پر سب سے بڑے فقیہہ کے پاس سے آئے ہیں۔ (تاریخ بغداد، ۱۵/۴۷۱ طبع بیروت: عقود الجمان، ص، ۱۹۰)

امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: حافظ ابوالقاسم بن عسا کر اپنی سند کے ساتھ امام شافعی سے روایت کرتے ہیں کہ امام شافعی نے فرمایا! ''رائے وفقہ تم اہل کوفہ سے حاصل کرو''۔ (تاریخ مدینہ دمشق، ۱/ ۳۱۷)

''اخبرنا أبو نعیم الحافظ قال حدثنا محمد بن ابراهیم بن علی قال سمعت حمزة بن علی البصری یقول سمعت الربیع یقول سمعت الشافعی یقول: الناس عیال علی أبی حنیفة فی الفقه''

ترجمہ: امام شافعی فرماتے ہیں فقہ میں سب لوگ ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے عیال ہیں۔ (تاریخ بغداد، ۱۵/۴۷۴ طبع بیروت: تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۱۴۸: تہذیب التہذیب، ۱۰/۴۵۰ طبع ہند: الانتقاء لابن عبدالبر، ص، ۱۳۶)

امام ابوبکر بن عیاش علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: خطیب بغدادی اپنی سند سے نقل کرتے ہیں! ''ابوبکر بن عیاش فرماتے ہیں: ''یقول أبو حنیفة أفضل أهل زمانه.''

ترجمہ: امام ابو حنیفہ اپنے زمانے میں سب سے افضل تھے۔ (تاریخ بغداد، ۱۵/۴۶۲: مناقب امام حنیفہ ذہبی، ص، ۱۸: مناقب موفق، ۲/ ۲۶)

امام یزید بن ہارون فرماتے ہیں! ''فقال أبو حنیفة تقیاً تقیاً زاهداً عالماً صدوق اللسان، أحفظ أهل زمانه کل من أدرکته من أهل زمانه یقول انه مارأی أفقه منه.''

ترجمہ: امام ابوحنیفہ متقی تھے۔ پاکیزہ شخصیت کے مالک تھے۔ دنیا کی حرص سے بے نیاز تھے۔ اجل عالم تھے۔ صدوق اللسان تھے۔ اپنے زمانے میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔ میں نے ان کے ہم عصروں میں سے جس کو بھی پایا سب کو یہی کہتے ہوئے سنا کہ اس نے ابو حنیفہ سے بڑھ کر کسی کو فقیہہ نہیں دیکھا۔ (عقود الجمان، ص، ۱۹۴)

اسی طرح تاریخ بغداد، ۱۵/ ۴۶۸ میں ہے کہ یزید بن ہارون فرماتے ہیں! ابوحنیفہ سفیان سے زیادہ فقیہہ ہیں۔

امام عبداللہ بن یزید المقبری علیہ الرحمہ کا قول خطیب بغدادی اپنی سند سے لکھتے ہیں: ''مارایت أسود راس أفقه من أبی حنیفة''

ترجمہ: میں نے کسی ایک نوجوان کو بھی امام ابوحنیفہ سے زیادہ فقیہہ نہیں دیکھا۔ (تاریخ بغداد، ۱۵/۴۷۲ طبع بیروت)

امام سفیان بن عیینہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''من أرادالمغازی فالمدینة. ومن أراد المناسک فمکة. ومن اراد الفقه فالکو فة ویلزم أصحاب أبی حنیفة.''

ترجمہ: جو شخص علم مغازی کو جاننا چاہے وہ مدینہ کا رخ کرے۔ جو مناسک حج سیکھنا چاہے وہ مکہ کا رخ کرے۔ اور جو دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنا چاہے وہ کوفہ جا کر اصحاب ابوحنیفہ کے حلقۂ درس میں بیٹھے۔ (اخبار أبی حنیفہ، ص، ۷۵)

امام مکی بن ابراہیم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''وقال النخعی حدثنا اسماعیل بن محمد الفارسی قال سمعت مکی ابن ابراهیم ذکر أبا حنیفة فقال کان اعلم اهل زمانه.''

ترجمہ: امام ابو حنیفہ اپنے زمانے کے سب سے زیادہ علم والے تھے۔ (تاریخ بغداد، ۱۵/۴۷۳ طبع بیروت)

امام شداد بن حکم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں! ''میں نے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ

سے زیادہ علم والا نہیں دیکھا''۔(تاریخ بغداد،۱۵/۴۷۳)

امام اعمش علیہ الرحمہ کا ارشاد یوں نقل کیا جاتا ہے کہ جب کوئی امام اعمش سے سوال پوچھتا تو فرماتے:''انما یحسن الجواب فی هذا ومثله النعمان بن ثابت الخزاز،أراه بورک له فی علمه''۔

ترجمہ: اس کا اور اس جیسے سوالات کا جواب نعمان بن ثابت خزاز خوب جانتے ہیں۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے ان کے علم میں برکت دی گئی ہے۔(الانتقاء ابن عبدالبر،ص۱۹۶: سیر أعلام النبلاء ۶/۴۰۳: الخیرات الحسان ص ۴۸)

امام مسعر بن کدام علیہ الرحمہ:''اخبرنا الخلال قال أخبرنا الحریری أن النخعی حدثهم قال حدثنا سلیمان بن الربیع قال حدثنا همام بن مسلم قال سمعت مسعر بن کدام یقول: ما أحسد احداً بالکوفة الارجلین.أبو حنیفة فی فقه والحسن بن صالح فی زهده.''

ترجمہ:حضرت مسعر بن کدام فرماتے ہیں کہ!''کوفہ میں مجھے دو آدمیوں پر رشک آتا ہے۔امام ابوحنیفہ پر ان کی فقہ میں اور حسن بن سالح پر انکے زہد میں۔(تاریخ بغداد،۱۵/۴۶۴،طبع بیروت)

ابوجعفر رازی علیہ الرحمہ:فرماتے ہیں!''میں نے امام ابوحنیفہ سے بڑا پرہیزگار اور کوئی نہیں دیکھا''۔(تاریخ بغداد،۱۵/۴۶۵)

حسن بن صالح حی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں!''امام ابوحنیفہ سمجھدار عالم اور متثبت فی العلم تھے''۔(الانتقاء،ص،۱۲۸: تانیب الخطیب،ص۱۵۴)

امام اوزاعی اور عمری رحمہ اللہ علیہم دونوں بزرگ فرماتے ہیں:

''هو من اعلم الناس بمعضلات المسائل''۔

ترجمہ:امام ابوحنیفہ پیچیدہ اور مشکل مسائل کو سب لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں۔''(مناقب کردری،۱/۹۰: تبییض الصحیفة،ص،۲۸)

خطیب بغدادی اپنی سند سے لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن داؤد الخریبی نے فرمایا کہ:''مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی نماز میں ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے لیے دعا کریں کیونکہ انھوں نے حدیث و فقہ کو ان کے لیے محفوظ کیا۔'' (تاریخ بغداد،۱۵/۴۷۲،طبع بیروت: النھایہ،۱۰/۱۰۷)

اسی طرح حسن بن عثمان القاضی نے (تاریخ بغداد،۱۵/۴۷۵) میں

امام وکیع نے (تاریخ بغداد،۱۵/۴۹۰) میں

قیس بن ربیع نے (تاریخ بغداد،۱۵/۴۹۲) میں

ابن المنیر نے (تاریخ بغداد،۱۵/۴۷۵) میں

الحجاج بن اَرطاۃ نے (تاریخ بغداد،۱۵/۴۷۵) میں

عبدالرحمٰن مقری نے (تاریخ بغداد،۱۵/۴۷۳) میں

علی بن جعد نے (جامع المسانید،۲/۳۰۸) میں

علامہ ابن خلدون نے (مقدمہ ابن خلدون،ص،۴۴۷) میں

امام علی بن المدینی نے فرمایا! امام ابوحنیفہ سے سفیان ثوری اور ابن مبارک نے روایت کی ہے۔وهو ثقة لا بأس به۔وہ ثقہ اور لاباس بہ ہیں۔(الجواہر المضیة،۱/۲)

امام سرخسی نے (أصول الفقه،ج،۱) میں

صاحب مشکوٰۃ المصابیح امام خطیب ولی الدین محمد بن عبداللہ التبریزی الشافعی نے (اکمال فی اسماء الرجال،ص ۶۲۵) میں

امام ذہبی نے (تذکرۃ الحفاظ،۱/۱۴۷۔۱۴۸) میں

امام ابن حجر عسقلانی نے (تقریب وتھذیب التھذیب،۱۰/) میں

امام ابوداؤد (تذکرۃ الحفاظ،۱/۱۴۸) میں اور (الانتقاء،ص۳۲: جامع بیان العلم،۲/۱۶۳) میں

امام عبدالرحمٰن بن مہدی نے (مناقب الامام اعظم: ازصدر الائمہ،۲/۴۵) میں

امام اسرائیل نے (تاریخ بغداد،۱۵/۴۶۴) میں

امام معمر نے (تاریخ بغداد،۱۵/۴۶۵) میں

حافظ ابن عبدالبر نے (جامع بیان العلم،۲/۱۴۸،طبع مصر) میں

مشہور مؤرخ محمد بن اسحاق بن ندیم (المتوفی ۳۸۵) نے (فہرست ابن ندیم،ص،۲۹۹،طبع مصر) میں

حافظ ابن کثیر الشافعی نے (البدایة والنهایة،۱۰/۱۰۷) میں

امام ابن حجر مکی الشافعی نے (الخیرات الحسان) میں

امام حافظ الدین کردری نے (مناقب کردری) میں

عبداللہ بن ادریس نے (تاریخ بغداد،۱۵/۴۶۸) میں

ابومطیع حکم بن عبداللہ نے (تاریخ بغداد،۱۵/۴۶۸) میں

ابوعاصم النبیل نے (تاریخ بغداد،۱۵/۴۶۸) میں

علامہ تاج الدین السبکی نے (طبقات الشافعیہ،۲/۱۷۴،طبع مصر) میں

ابویحییٰ الحمانی نے (مناقب موفق،۲/۲۶) میں

نضر بن شمیل نے (تاریخ بغداد،۱۵/۴۷۳) میں

ابراہیم بن عکرمہ نے (تاریخ بغداد،۱۵/۴۷۶) میں

یزید بن زریع نے (تاریخ بغداد،۱۵/۴۷۶) میں

علامہ محمد طاہر الحنفی ''المتوفی ۵۸۶ھ'' نے (تکملہ مجمع البحار،۳/۵۴۷) میں

امام احمد بن حنبل نے (تاریخ بغداد،ج،۱۵: ابن ملکان،۲/۱۶۴: مناقب موفق،۲/۱۲۹: الکیرات الحسان،ص،۵۹) میں،(مناقب ابی حنیفه للذهبی، ص،۲۷) میں

امام زفر نے (مناقب موفق،۲/ ۱۴۹) میں
علامہ عبدالکریم شہرستانی ''المتوفی ۹۷۴ھ'' (الملل والنحل،۱/۲۳۴) میں
حافظ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی نے (عقود الجمان) میں
ابن تیمیہ نے (تلخیص الاستغاثہ،ص،۱۳۔۱۴: منہاج السنہ،۱/ ۲۵۹) میں
امام نضر بن محمد مروزی نے (الجواہر المضیہ ،۲/ ۲۰۱) میں
محدث علی بن خشرم نے (معرفۃ علوم الحدیث،ص،۶۶) میں
امام عبدالوہاب شعرانی الشافعی نے (میزان الکبریٰ،۱/ ۵۸) میں
محدث شفیق بن عقیبہ نے (مناقب ابی حنیفہ للذہبی،ص،۲۷) میں
محدث علی بن عاصم نے (تاریخ بغداد و الانتقا،ص۱۶۰) میں
محدث ابن جریج نے (تاریخ بغداد،۱۵/۴۶۴) میں
حافظ سمعانی نے (الانساب للسمعانی،ص۲۴۷) میں
یحییٰ بن آدم نے (الجواہر المضیہ ۱۸۲/۲) میں
حافظ محمد بن ابراہیم الوزیر نے (الروض الباسم،۱/ ۱۶۶) میں
علامہ بدرالدین عینی نے (البنایہ شرح ہدایہ،۱/ ۳۷۱) میں
امام ابو یوسف نے (الخیرات الحسان،ص،۶۷) میں
قاضی ابوعبداللہ حسین بن علی صمیری نے (اخبار ابی حنیفہ) میں
امام شعبہ بن الحجاج نے (اخبار ابی حنیفہ،ص،۲۷) میں
امام حافظ ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکی مغربی نے (کتاب الاستغنا) میں
محدث سعید بن ابی عروبہ نے (الانتقاء،ص،۱۳۰) میں
محدث قاسم بن معن نے (الانتقاء،ص،۱۳۴) میں
محدث عبدالرزاق بن ہمام نے (الانتقاء،ص،۱۳۵) میں
محدث عیسیٰ بن یونس نے (الانتقاء،ص،۱۳۶) میں
حفص بن غیاث نے (مناقب موفق،۲/ ۴۰) میں
علامہ جلال الدین السیوطی الشافعی نے (تبییض الصحیفہ) میں
علامہ ابن خلکان برمکی الشافعی نے (وفیات الاعیان) میں
علامہ حسین بن محمد بن حسن الدیار بکری نے (تاریخ الخمیس) میں
علامہ جمال الدین ابوالمحاسن یوسف بن تغری نے (النجوم الزہرہ) میں
امام مجدد الف ثانی نے (مکتوبات دفتر دوم،مکتوب ۵۵) میں
امام محمد باقر نے (الانتقاء،ص۱۴۲) میں
حافظ ابن اثیر الجزری نے (خواتم جامع الاصول) میں
امام ابوجعفر طحاوی نے (شرح معانی الآثار) میں
علامہ خطیب بغدادی نے (تاریخ بغداد، ج،۱۵) میں
امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عظمتِ شان اور فضائل وکمالات کا بیان و اعتراف کیا ہے۔کسی نے امام کو حفاظ میں شمار کیا،کسی نے ثقہ فرمایا،کسی نے لا بأس بہ فرمایا،فقیہہ،امام،متقی،غرض کہ ہر طرح سے عظمتِ شان بیان فرمائی اور بعض نے تو مستقل کتابیں تصنیف کیں۔

سید الحفاظ امام الفقہاء والمحدثین امام الجرح والتعدیل امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ تفصیلاً درج ذیل کتب میں دیکھا جاسکتا ہے:

(۱) تاریخ بغداد،۱۵/۴۶۰ تا ۴۹۰ (۲) طبقات ابن سعد،۷/۳۲۲ (۳) طبقات خلیفہ،۷،۱۲۶۷،۳۲۰۳ (۴) الثقات العجلی ص ۶۱۷ رقم ۱۸۵۳ (۵) المعارف ۴۹۵ (۶) الجرح والتعدیل،۸/ ۴۴۹ (۷) طبقات المحدثین،۱/۲۶۳ (۸) الانتقاء فی فضائل الائمہ،ص،۱۳۰ (۹) فہرست ابن قدیم،ص،۲۵۵ (۱۰) طبقات الشیرازی،ص،۸۶ (۱۱) تہذیب الاسماء واللغات،۲/ ۱۲۱۶ (۱۲) وفیات الاعیان،۵/ ۴۰۵ (۱۳) تہذیب الکمال،۱۴۸۱ (۱۴) سیر اعلام النبلاء،۶/ ۳۹۰ (۱۵) تذہیب التہذیب،۴/ ۹۸ (۱۶) میزان الاعتدال،۴/ ۲۶۵ (۱۷) تذکرۃ الحفاظ،۱/ ۱۶۸ (۱۸) العبر،۱/ ۲۱۴ (۱۹) مراۃ الجنان،۱/ ۳۰۹ (۲۰) البدائیہ والنہایہ،۱۰/ ۱۰۷ (۲۱) الجواہر المضیہ ،۱/ ۴۹ (۲۲) طبقات القراء لابن الجزری،۲/ ۳۴۲ (۲۳) تہذیب التہذیب،۱۰/ ۴۴۹ (۲۴) النجوم الزہرہ،۲/ ۱۲ (۲۵) طبقات الحفاظ،ص،۷۳ (۲۶) خلاصہ تذہیب الکمال،ص،۴۰۲ (۲۷) الخیرات الحسان (۲۸) شذرات الذہب،۱/ ۲۲۷ (۲۹) ہدیۃ العارفین،۲/ ۴۹۵ (۳۰) تقریب التہذیب،۲/ ۲۴۸ (۳۱) تاریخ التراث العربی،۲/ ۳۱ (۳۲) الاکمال فی اسماء الرجال (۳۳) مناقب موفق (۳۴) المیزان الکبریٰ،۱/ ۵۸ (۳۵) اعلام الاخبار : امام محمود بن سلیمان، مخطوطہ،ص،۸۰۸ (۳۶) تبییض الصحیفہ،ص،۲۸ (۳۷) عقود الجمان،ص،۱۹۴ (۳۸) البنایہ شرح ہدایہ،۱/ ۳۷۱

علاوہ ازیں امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ پر جو کلام ہوا ہے وہ تعصب،تشدد یا ضعیف راویوں سے منقول ہے۔ علامہ ابن عبد البر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''الذین رووا عن ابی حنیفہ ووثقوہ اکثر من الذین تکلموا فیہ''

ترجمہ: جن لوگوں نے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے روایت اور توثیق کی ہے ان لوگوں سے زیادہ ہیں جنھوں نے آپ پر کلام کیا ہے۔(جامع بیان العلم و فضلہ،۲/ ۱۴۹)

جمہور کے مقابلہ میں اُن چند لوگوں کے کلام کو ردّ کیا جائے گا۔معلوم نہیں کہ یہ اُصول امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے حوالہ سے غیر مقلدین کو کیوں یاد نہیں رہتا۔امام اعظم علیہ الرحمہ پر جو کلام ہوا ہے اس کا جواب ان شاء اللہ ایک دوسرے مضمون میں دیا جائے گا۔اللہ تعالیٰ جل جلالہ وشانہ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں صالحین کے راستے پر چلائے اور بغض وعناد وگمراہوں کے راستے سے بچائے۔آمین!□□

ایم۔ زھیب یاسین☆

اسلام اور سائنس

ہمیشہ سے ہی اسلام کے ماننے والوں کا یہ دعویٰ رہا ہے کہ اسلام دینِ فطرت ہے۔ یہ ایک فطری (Natural) دین ہے۔ اسلام پر عمل کرنے کی بدولت ہمیشہ سے انسان کو فائدہ ہوا ہے۔ ہاں! یہ علاحدہ بات ہے کہ عامل کو اس فائدے کا ادراک ہو یا نہیں، بہرحال اسلام پر عمل کرنے کی بدولت بنی نوع انسان کو ہونے والا فائدہ مسلّم ہے۔ چونکہ اسلام اور سائنس کا چولی دامن کا ساتھ ہے، اس لیے جب تک سائنس نے ترقی نہیں کی تھی اسلام کے احکام کی افادیت سمجھانا کافی مشکل تھا لیکن موجودہ دَور میں یہ امر قدرے آسان ہوگیا۔ تمام غیر مسلم اور اکثر مسلم حضرات یہ سمجھتے تھے کہ اسلام تو صرف عبادات و امرونواہی (یہ کرو، وہ نہ کرو) کا دین ہے، لیکن جیسا کہ پہلے عرض کیا، اسلام اور سائنس کا آپس میں نہایت گہرا تعلق ہے، گو ہمارا موضوع ''صداقتِ اسلام'' تو نہیں ہے، لیکن یہ موضوع (اسلام اور سائنس) اوّل الذکر مضمون کی ہی ایک شاخ ہے، اس لیے مضمون پڑھنے کے بعد آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اسلام اور سائنس کے درمیان گہرا تعلق اسلام کی صداقت کو ہی ظاہر کرتا ہے اور یقیناً اسلام ایک سچا دین ہے۔

(۱) نظامِ شمسی کے بارے میں انسان کا علم وقت کے ساتھ بدلتا رہا ہے۔ شروع میں سائنس دانوں کا یہ نظریہ تھا کہ زمین ساکن ہے اور سورج گھومتا ہے۔ اربوں روپے کا سرمایہ خرچ کرنے کے بعد یہ نظریہ ردّ کردیا گیا۔ آج سائنس دان اس بات پر متفق ہیں کہ کوئی چیز بھی ساکن نہیں۔ لیکن قرآن نے یہ حقیقت صدیوں پہلے بیان کردی۔ فرمایا: ''ہر چیز اپنے مدار میں تیر رہی ہے۔'' (۳۶:۴۰) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے ''کُلٌّ'' کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا ''کُـلٌّ'' سے مراد ''ہر چیز''۔ مالیکیولوں کے حرکی نظریہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ جو چیزیں ہمیں ساکن نظر آتی ہیں، ان کے ایٹم ارتعاش میں ہوتے ہیں اور ان کے اندر الیکٹران گردش میں ہوتے ہیں۔

(۲) غیر مسلم حضرات اکثر یہ سوال کرتے تھے کہ قرآن میں ہے: ''جب سورج لپیٹ لیا جائے گا اور جب تارے جھڑ جائیں گے اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔'' (القرآن:۸۱:۱-۳) وہ کہتے تھے کہ ہماری زمین کی نسبت تیرہ لاکھ گنا بڑا سورج، نہایت وسیع وعریض تاروں اور عظیم الجثہ وقوی پہاڑوں کا قربِ قیامت میں ختم ہوجانا کیسے ممکن ہے؟ مگر اب اس سوال کا جواب سائنس کچھ یوں دیتی ہے کہ سورج نہ ٹھوس ہے، نہ مائع، نہ گیس بلکہ یہ مادّے کی چھوٹی حالت 'پلازمہ' ہے جس کا ماس اپنے مرکز کے گرد گھومتا ہے اور اس کا محیط مسلسل بڑھ رہا ہے۔ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس کا محیط اتنا بڑھ جائے گا کہ تمام ستارے پگھل جائیں گے، سمندر اُبل جائیں گے، پہاڑ ختم ہوجائیں گے اور زمین کانپ اُٹھے گی۔ اسلام میں جو کہا گیا ہے کہ قیامت میں زمین تانبے کی طرح ہوجائے گی (اور سورج سوا نیزے پر آجائے گا) تو یہ بھی اسی طرح ہوگا کہ سورج کے پھیلنے کی وجہ سے یہ زمین کے اتنا قریب آجائے گا کہ زمین اس کی تپش کی وجہ سے تانبے کی طرح دہکتی ہوگی۔

(۳) قیامت کے دن کا نقشہ کھینچتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: ''اور جب سمندروں کو آگ لگ جائے گی۔'' (القرآن:۸۱:۶) لوگ پوچھتے تھے کہ سمندر میں تو پانی ہوتا ہے، پانی آگ بجھانے کے کام آتا ہے، اس کو آگ کیسے لگے گی؟ لیکن آہستہ آہستہ تحقیق سے پتہ چلا کہ پانی دو گیسوں کا مجموعہ ہے۔ ایک ہائیڈروجن اور دوسری آکسیجن، اگر پانی میں سے بجلی گزاری جائے تو یہ اپنے اجزا یا اُن دونوں گیسوں میں بٹ جاتا ہے، بالفاظِ دیگر (کیمسٹری کی زبان میں) پانی کی تحلیل ہوجاتی ہے جب کہ آپ کیمسٹری میں پڑھ چکے ہیں کہ ہائیڈروجن جلتی ہے اور آکسیجن جلنے میں مدد دیتی ہے۔ تو کیا اب بھی پانی کو آگ نہیں لگ سکتی؟

(۴) قرآن میں ہے: ''وہ ذات جس نے ہر چیز کے جوڑے بنائے۔'' (۴۳:۱۲) سائنس داں پہلے کہتے تھے جوڑوں کا تصور جانوروں میں ہے، پھر پتہ چلا کہ پودوں میں بھی ہے، پھر معلوم ہوا بے جان چیزوں میں بھی ہے۔ یعنی پروٹون اور الیکٹرون، منفی اور مثبت۔ اللہ نے یہ حقیقت صدیوں پہلے بیان فرمادی تھی۔

(۵) بچے کی پیدائش کے مختلف مراحل جو آج سے پچاس سال پہلے تک سائنسی طور پر معلوم نہ تھے لیکن قرآن نے یہ تمام حالتیں آج سے چودہ سو سال پہلے جب ایکسرے مشین، خوردبین اور الٹراساؤنڈ کا تصور بھی نہیں تھا اتنی صداقت کے ساتھ بیان کیں جو آج کی جدید تحقیقات کے ساتھ سو فیصد ہم آہنگ ہیں۔ خالقِ کائنات کا ارشاد ہے:

''اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا، پھر اس کو مضبوط (اور محفوظ) جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا، پھر نطفے کا لوتھڑا بنایا، پھر لوتھڑے کی بوٹی بنائی، پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں، پھر ہڈیوں پر گوشت (پوست) چڑھایا، پھر اس کو نئی صورت میں بنادیا تو خدا جو سب سے بہتر بنانے والا ہے بڑا ابرکت والا ہے۔'' (۲۳:۱۴:۱۲) یہی بات (۱۲:۹،۷)، (۳۹:۶) اور (۴۰:۴۲) میں دوہرائی

گئی ہے۔

حدیثِ رسول میں بھی اس کی وضاحت آئی ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حدیث بیان کی۔ تمھاری پیدائش اس طرح ہے کہ چالیس دن تک ماں کے پیٹ کے اندر نطفہ، چالیس دن جما ہوا خون، پھر چالیس دن گوشت کی بوٹی، پھر فرشتے بھیج کر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ (بخاری، کتاب بدأ الخلق، حدیث ۳۲۰۸)

مارس بکیلے (انگریز محقق) نے ان آیات میں بیان کردہ مختلف حالتوں کے بارے میں لکھا کہ جنین کو ارتقائی حالتوں کے بارے میں جو کچھ قرآن کی متعدد آیات میں بیان کیا گیا ہے وہ حقائق کے عین مطابق ہے جو جدید سائنس نے صدیوں کی ٹھوکریں کھانے کے بعد ماضی قریب میں پیچیدہ آلات و مشینری کی مدد سے حاصل کی۔

قرآن کے پیش کردہ ان حقائق پر آج تک کسی جانب سے کوئی اعتراض بھی نہیں کیا جا سکا۔ (قرآن، بائبل اور سائنس)

(۶) سائنس دانوں کو اب پتہ چلا ہے کہ کائنات بہت وسیع ہے اور زمین کی حیثیت اس میں ایسی ہے جیسے ساحل سمندر پر ریت کا ذرّہ۔ لیکن قربان جائیے اللہ کے محبوب، دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اطہر پر کہ آپ نے صدیوں قبل ہی فرما دیا: ''زمین کی حیثیت آسمان کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے کھلے میدان میں انگوٹھی اور آسمان کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے عرش کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے کھلے میدان میں انگوٹھی۔''

ایسے ہی کعب الاحبار فرماتے ہیں: آسمان اور زمین اللہ کے عرش کے مقابلے میں ایسی ہیں جیسے زمین و آسمان کے درمیان لالٹین یا چراغ لٹا ہوا ہو۔ (ابوداؤد شریف)

(۷) یقیناً آپ نے بایولوجی میں ایک باب (غالباً ستر ہواں) ''وراثت اور جینز'' پڑھا ہوگا۔ اس باب میں ایک پادری سائنسداں جان گریگر مینڈل کے دو قوانین وراثت بیان کیے گئے تھے جو کہ درج ذیل ہیں:

(۱) Law of Independent Assortment

(۲) Law of Segregation

یہ قوانین مینڈل نے کئی سال کی تحقیق و تفتیش کے بعد اخذ کیے تھے۔ دونوں قوانین کا خلاصہ یہ تھا کہ بچوں میں خصوصیات ان کے آبا و اجداد سے منتقل ہوتی ہیں۔ نیز یہ ضروری نہیں کہ خصوصیات والدین ہی سے منتقل ہوں بلکہ بچے خصوصیات اپنے دادا، پڑدادا، دادی، پڑدادی، نانا، پڑنانا اور نانی پڑنانی سے بھی حاصل کرتے ہیں۔

اب میں آپ کے سامنے ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔ حدیث پڑھیے اور اسلام کی سائنسی لحاظ سے انسان کی رہنمائی کرنے پر دریائے حیرت میں غوطہ زن ہوئیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حکمت و دانائی، علم و معرفت فطرت کے پیشوا اور رہنما حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا، آپ سے عرض کرنے لگا کہ: اے اللہ کے رسول! میرا رنگ سفید (گورا) ہے اور میری بیوی کا بھی سفید ہے۔ میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے، اس کا رنگ سیاہ ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ مجھے اس بارے میں شک ہے کہ وہ بچہ میرا نہیں ہے۔ آپ نے درج بالا قوانین وراثت کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے اس شخص سے پوچھا کہ تیرے پاس اونٹ ہیں یا نہیں؟ اُس نے کہا ہیں۔ آپ نے پوچھا: ان کا رنگ کیا ہے؟ اس نے کہا سرخ۔ پھر آپ نے پوچھا: ان میں کوئی اونٹ سیاہی مائل رنگ کا بھی ہے؟ اس نے عرض کیا: ایک اونٹ کا بچہ ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ اس کی ماں کا رنگ کیا ہے؟ اور اس کے باپ کا رنگ کیا ہے؟ اس شخص نے عرض کیا دونوں کا رنگ سرخ ہے۔ آپ نے فرمایا: پھر سیاہی مائل رنگ کا بچہ کہاں سے آ گیا۔ اس نے عرض کیا اس کی نسل میں کوئی دادا، دادی، نانا، نانی ایسا ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تیرے بچے کی نسل میں بھی کوئی اس رنگ کا ہوگا۔ (بخاری شریف، کتاب الاعتصام، باب من شبہ اصلاً معلوماً باصل مبین، حدیث نمبر ۷۳۱۴، نیز ابوداؤد شریف کتاب الطلاق، باب اِذا شک فی الولد، حدیث نمبر ۲۲۶۰)

قارئین! یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آج حکومت اساتذہ سے کہہ رہی ہے کہ وہ بچوں کے سوال کا جواب ان کی روزمرّہ کی زندگی سے مثال دے کر سمجھایا کریں جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کئی صدیاں قبل ہی اس طریقہ کی تعلیم فرما رہے ہیں کہ جواب دیتے وقت انھوں نے سائل کو بھی شریک کروایا نیز مثال بھی اس کی روزمرّہ زندگی کی ہی دی۔

قارئینِ کرام! اب تک کی مثالوں سے یقیناً آپ پر بات واضح ہوگئی ہوگی کہ الحمدللہ دین اسلام صرف عبادات یا امر و نواہی کا ہی دین نہیں ہے بلکہ یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، یہ زندگی بسر کرنے کا ایسا قانون ہے کہ جس کے ہر ہر حکم میں انسانیت کی بھلائی کا کوئی نہ کوئی پہلو پوشیدہ ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام کی عبادات بھی سائنسی لحاظ سے فائدے سے خالی نہیں ہیں۔ اس ضمن میں مواد تو بہت سا پیش کیا جا سکتا ہے، لیکن اختصار کے پیش نظر میں بات یہیں ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین اسلام پر موت و زندگی عطا فرمائے۔ آمین ❑❑

محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی☆

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم

ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے

ہوا کے رخ پر چلنا اور لوگوں کی ہاں میں ہاں ملانا تو بہت آسان ہے لیکن ہوا کا رخ ہی نہیں تاریخ کا رُخ موڑ دینا خوش نصیب، باحوصلہ اور جرأت مند لوگوں کا کام ہے ایسے ہی ایک دلیر، بے باک، مجاہد، مخلص، باوفا، باکردار رہنما قائد، فخرِ اہل سنت، حضرت صاحبزادہ مولانا حاجی محمد فضل کریم رضوی رحمتہ اللہ علیہ بھی تھے جنھوں نے سیاست کے میدانوں سے لے کر صوبائی اور قومی اسمبلی کے ایوانوں تک، بلاخوف نعرۂ حق بلند کرنے کا عظیم و مشکل کام ڈنکے کی چوٹ پر انجام دیا۔ حق وصداقت کا پرچم لہرانے کے معاملے میں عمر بھر نہ وہ کسی سے دبے، نہ جھکے اور نہ ہی بِکے۔ یہ مقدس مشن انھوں نے حیاتِ مستعار کے آخری ایام تک اس شان سے جاری رکھا کہ بعد میں آنے والوں کے لیے وہ حق گوئی و بے باکی کی زندہ مثال بن گئے۔ بلکہ یہ کہنے میں ذرہ برابر بھی مبالغہ نہیں ہوگا کہ ان کے نورانی حالات، تاریخ ساز کارنامے اور روحانی واقعات، بعد والوں کے لہو کو گرماتے اور ملت کی خاطر کچھ کر گزرنے کے لیے تڑپاتے رہیں گے۔ زیرِ نظر سطور میں اسی نیت کی ساتھ ان کے حالات از ولادت تا وفات اختصار کے ساتھ سپردِ قلم کیے جا رہے ہیں:

ولادت باسعادت:

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم رضوی ۱۵ شعبان المعظم ۱۳۷۳ھ/ ۱۹ اپریل ۱۹۵۴ء بروز پیر فیصل آباد (پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ ولادت کی رات جو کہ شبِ برأت تھی۔ آپ کے جلیل القدر والدِ محترم محدثِ اعظم پاکستان، حضرت مولانا محمد سردار احمد قادری چشتی، ہارون آباد میں موجود تھے۔ جہاں وہ شاہزادۂ صدر الشریعہ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری علیہ الرحمۃ کی دعوت پر خطاب کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے۔ محفل کے بعد رات کو سوئے تو خواب میں انہیں سرکارِ دو عالم، نورِ مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ بیٹے کی ولادت کی بشارت ملی۔ خواب میں ایک سنہری تختی پر ''محمد شفیع'' لکھا دیکھا۔ واپسی پر نومولود کے دیدار سے دل کو چین ملا اور خاندانی روایت کے مطابق محمد نام رکھا گیا اور بلانے کے لیے فضل کریم تجویز ہوا۔ جبکہ عرف عام میں آپ کو ''حاجی صاحب'' کے لقب سے پکارا گیا۔

تعلیم و تربیت:

قرآن پاک مفتی محمد نواب الدین مدرس و ناظم تعلیمات جامعہ رضویہ سے پڑھا۔ درس نظامی کی تعلیم سید منصور حسین شاہ اور شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی سے حاصل کی۔ کچھ عرصہ جامعہ حنیفہ رضویہ سراج العلوم گوجرانوالہ میں حضرت علامہ الحاج ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی کے حلقۂ درس میں بھی زیرِ تعلیم رہے۔ حضرت محدثِ اعظم نے دیگر بھائیوں کی طرح آپ کو مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی سے بذریعۂ خط بیعت کروا دیا تھا۔ پروفیسر فیض رسول فیضان نے کیا خوب کہا ہے:

یکتا تھے درس رضویہ کے وہ ہجوم میں
پڑھتے رہے یہاں بھی سراج العلوم میں

چھوٹی عمر، بڑے کام:

دورِ طالب علمی سے ہی آپ دین کی خدمت کے لیے سرگرم ہوئے تھے۔ ۱۹۷۰ء میں سوشلزم کا فتنہ پورے زوروں سے سر اُٹھا رہا تھا۔ اس فتنے کی سرکوبی کے لیے آپ نے پرزور جدوجہد کی۔ ۱۹۷۳ء کی تحریک ختم نبوت میں جس کے نتیجے میں مرزائیوں کو قانون پاکستان میں کافر قرار دیا گیا، آپ نے اپنے برادر اکبر، فخر المشائخ مولانا قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی کے شانہ بشانہ حصہ لیا۔ ۱۹۷۷ء میں اُٹھنے والی تحریک نظام مصطفیٰ میں آپ کا کردار مثالی تھا۔ فیصل آباد میں آپ کی قیادت میں نکلنے والے جلوس پر پتھراؤ کیا گیا جس کے نتیجے میں آپ کا سر پھٹ گیا۔ یوں نفاذِ نظام مصطفیٰ کے لیے آپ نے خون کا نذرانہ پیش کیا۔ تحریک کے دوران قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے اور متحرک کردار ادا کرنے کی وجہ سے آپ کو مجاہدِ تحریک نظام مصطفیٰ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۱۹۷۹ء میں سنی کانفرنس ملتان کے موقع پر صرف ۲۴ سال کی عمر میں آپ کو جماعتِ اہل سنت پاکستان کا مرکزی ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا جبکہ صدر غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی تھے۔ اتنی چھوٹی عمر میں اتنے بڑے عہدے پر آپ کا انتخاب دراصل علما و مشائخِ اہل سنت کا آپ کی تنظیمی و تحریکی صلاحیتوں پر اعتماد کا اظہار تھا۔

فضل کریم، واقعی فضل کریم تھے
مرحوم ہر لحاظ سے قائد عظیم تھے

عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم:

عشقِ رسول کے بغیر ایمان مکمل نہیں۔ یہی ایمان کی جان اور شان ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہر رشتے، ناتے سے بڑھ کر محبت حاجی محمد فضل کریم کے رگ و ریشے میں سمائی ہوئی تھی۔ اور یہی ان کی عمر بھر کی کمائی تھی۔ اس بے مثال عشق و محبت کا اظہار ان کی تقریر سے تو ہوتا ہی رہتا تھا۔ لیکن ذکرِ رسالت کے دوران آپ کی نمناک آنکھیں بھی دل کی کیفیت کو آشکار کر دیتی تھیں۔ بسا اوقات آنکھوں سے آنسو گوہر تابدار بن کر ٹپکتے تھے۔ ایک مرتبہ عرس محدث اعظم کے موقع پر خطیب الاسلام مولانا سید شبیر حسین شاہ حافظ آبادی نے دوران خطاب امام احمد رضا محدث بریلوی کا ایک شعر پڑھا۔ حاجی محمد فضل کریم صاحب نے پوری نعت پڑھنے کی فرمائش کی بالخصوص یہ شعر تو بار بار پڑھایا:

ایسا گمادے ان کی وِلا میں خدا ہمیں
ڈھونڈا کریں پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

راقم الحروف وہاں موجود تھا۔ یہ تکرار غالباً پون گھنٹہ جاری رہی۔ اس دوران حاجی محمد فضل کریم رضوی کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی رہی جسے ابتدا میں تو ٹشو پیپر سے اور بعد میں چادر سے خشک کرتے رہے۔ اسی عشق کا ثمرہ تھا کہ آپ نے گستاخانِ رسول کو ہر فورم پر للکارا۔ ڈنمارک، ناروے میں جب پہلی مرتبہ توہین آمیز خاکے شائع ہوئے تو آپ نے قومی اسمبلی میں اس کے خلاف زوردار تحریک اٹھائی۔ ۲۰۱۲ء میں جب ملعون یہودی نے توہین آمیز فلم بنائی تو اس کے خلاف قومی اسمبلی میں قرارداد پیش کی جسے متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا۔ آپ نے ۲۱ر ستمبر بروز جمعہ ہڑتال اور ملک گیر مظاہروں کا اعلان کیا اور حکومت سے بھی اس کی تائید کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ وزیر اعظم نے ۲۱ر ستمبر کو یومِ عشق رسول منانے کا اعلان کیا۔ آپ نے اس موقع پر مال روڈ پر ہزاروں عاشقانِ رسول کی لبیک یا رسول اللہ ریلی کی قیادت فرمائی۔ یوں ہی ناموس رسالت کے عظیم مجاہد غازی ممتاز حسین قادری کے خلاف سزائے موت کی سزا سنائی گئی تو آپ نے اس کے خلاف سب سے پہلے ہڑتال کی کال دی۔ جس کے نتیجے میں ملک بھر میں شٹر ڈاؤن رہا۔ اور آپ نے بنفس نفیس لاہور میں عظیم الشان احتجاجی جلوس کی قیادت فرمائی۔

فاضل بریلوی سے عقیدت:

امام احمد رضا فاضل بریلوی سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ اور فروغِ عشق رسول میں ان کے تاریخی کردار کے معترف تھے۔ محبتِ رسول کی خوشبو سے لبریز فاضلِ بریلوی کے کلام کے تو بڑے دلداہ تھے۔ اکثر یہی پڑھنے کی فرمائش کرتے تھے۔ بڑی خواہش کے باوجود بریلی شریف حاضری نہ دے سکے۔ اس کے باوجود مولانا محمد حسن علی رضوی لکھتے ہیں کہ: گذشتہ سال صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم صاحب نے میرے انتہائی قریب ہو کر فرمایا کہ: ''مجھے کئی حضرات نے بتایا ہے کہ آستانۂ اعلیٰ حضرت کی جگہ تھوڑی ہے اس لیے خانقاہ عالیہ رضویہ کو وسعت دی جائے۔ آپ سجادہ نشین صاحب سے بات کریں۔ سیدنا اعلیٰ حضرت کی خانقاہ کے ارد گرد تمام مکان خرید لیے جائیں اور جدید انداز میں وسیع و عریض کمرے، مہمان خانے اور نوادرات پر مشتمل بہترین شیشہ دار الماریاں بنوائی جائیں۔ میں اور میرے برادر بزرگوار قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی مدظلہ العالی دو کروڑ روپے پیش کریں گے۔'' یہ بھی فاضلِ بریلوی سے محبت کا ہی اظہار ہے کہ اپنے چاروں بیٹوں خلفِ اکبر مولانا محمد حامد رضا، محمد حسن رضا، محمد حسین رضا، محمد محسن رضا کے ناموں میں ''رضا'' کا لاحقہ لگایا۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے زیر اہتمام ہونے والی امام احمد رضا کانفرنسوں کی ایک سے زائد مرتبہ صدارت فرمائی۔

نباض قوم سے محبت:

حضرت نباض قوم مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی مدظلہ سے بڑی محبت کرتے تھے۔ فرماتے تھے: ''مولانا محمد صادق کو دیکھ کر مجھے اپنے والد بزرگوار کی یاد تازہ ہو جاتی ہے کیونکہ بحمدہٖ تعالیٰ یہ ان کی نشانی اور ان کے خلیفہ اعظم ہیں۔'' مینار پاکستان کے زیر سایہ 'سنی کانفرنس' سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''حضرت پیر طریقت مولانا ابوداؤد محمد صادق جیسے صوفی باصفا ڈاکٹروں کے منع کرنے کے باوجود اس مینار کے سائے میں حضرت داتا علی ہجویری علیہ الرحمتہ سے مدد کے طلب گار ہیں۔ جب مولانا محمد صادق صاحب جیسے صوفیہ ہمارے ساتھ ہوں گے تو اِن شاءاللہ پاکستان ترقی کی راہ پر گامزن ہوگا۔ (ملخصاً)

وہ منظر بھی راقم الحروف کے حافظہ میں محفوظ ہے۔ جب ٹرین مارچ گوجرانوالہ پہنچا تھا تو حاجی محمد فضل کریم نے پلیٹ فارم پر بنے ہوئے سٹیج پر جانے سے قبل حضرت نباض قوم کی گاڑی کے پاس آ کر ان کی دست بوسی کی تھی۔ اور حضرت نباض قوم مدظلہ کی آنکھوں سے بطلِ حریت کو دیکھ کر محبت و شفقت کے آنسو جاری تھے۔ قران السعدین کا منظر تھا۔ لیکن آہ یہ نظارہ اب کہاں؟ ایسے ہی 8 نومبر 2012ء کو لبیک یا رسول اللہ لانگ مارچ کے موقع پر تقریر کے بعد حضرت نبّاضِ قوم کے پاس آ کر مصافحہ فرمایا اور پیشانی کا بوسہ لیا تھا۔ دونوں شخصیات نے پرنم آنکھوں سے ایک دوسرے کو دعاؤں سے نوازا تھا۔ افسوس کہ صاحبزادہ صاحب سے یہ آخری ملاقات ثابت ہوئی۔

قائدانہ اوصاف:

صاحبزادہ محمد فضل کریم علیہ الرحمۃ 'مرکزی جمعیت علمائے پاکستان' کے صدر، جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے مہتمم اور 'سنی اتحاد کونسل' کے چیئر مین تھے۔ ان کے اندر قائدانہ صلاحتیں بدرجۂ اُتم موجود تھیں۔ سنی اتحاد کونسل کو جس طرح ایک قوت بنایا اور سنی تنظیمات کے قائدین کو یکجا کیا یہ انہی کا حصہ ہے۔ جامعہ

رضویہ کی شان وشوکت میں بہت اضافہ ہوا۔اس کی تعمیر نو کی ۔ جامعہ رضویہ کی مسجد کی توسیع کی ۔ پھر جامعہ کے سامنے کا پلاٹ حاصل کر کے اس پر دار الحدیث کی عمارت تعمیر کروائی ۔ حاجی محمد فضل کریم خود اعتماد شخصیت تھے ۔کبھی حکمرانوں کے سامنے جھکے نہیں بلکہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی ۔کبھی سیٹوں کے معاملے میں بھیک نہیں مانگی ۔جس سیاسی جماعت سے بھی اتحاد کیا تو اپنا وقار قائم رکھا۔قائد کا اپنے کارکنوں سے رابطہ بہت ضروری ہوتا ہے، حاجی محمد فضل کریم میں یہ وصف اپنی انتہا پر تھا۔چوبیس گھنٹے رابطہ میں رہتے تھے ۔اپنا فون خود اُٹھاتے تھے ۔ٹرین مارچ کے دوران راقم الحروف کی سادگی دیکھیے کہ انہیں بار بار فون کر کے پوچھتا رہا کہ کہاں پہنچے ہیں؟ انہوں نے ایک مرتبہ بھی برا نہ مانا۔گذشتہ سال ایک حادثے کی وجہ سے شدید بیمار ہوا تو انہوں نے ٹیلی فون پر خیریت دریافت فرمائی ۔اور جب عرس محدثِ اعظم کے موقع پر فیصل آباد حاضر ہوا تو بڑی فکرمندی کے ساتھ پہلا سوال راقم کی صحت کے بارے میں کیا۔اس خوئے دلنوازی کے بارے میں اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے:

نگاہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لیے

کراچی میں چودہ کارکنانِ اہل سنت ٹارگٹ کلنگ کا شکار ہوئے تو ایک ایک کے گھر جا کر صاحبزادہ صاحب نے تعزیت فرمائی ۔ راقم الحروف نے چونکہ ان کے والد محترم محدث اعظم کی سوانح عمری ''حیاتِ محدث اعظم'' تحریر کرنے کا شرف حاصل کیا تھا اس وجہ سے راقم پر خصوصی شفقت فرماتے تھے ۔

اخلاق و عادات:

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم نہایت خوش اخلاق ،خوش اطوار ،خوش گفتار،خوش رُو،خوش پوش ،باکردار،صبار فتار، دیانتدار اور ملنسار تھے ۔ چہرہ پر تبسم سجا رہتا تھا۔غرور وتکبر نام کو بھی نہیں تھا۔ عاجزی وانکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ۔سنی اتحاد کونسل کے چیئر مین کی حیثیت سے ملک کے طول و عرض کے دورے کیے،جس نے جہاں اور جب بلایا دعوت قبول کی ،تشریف لے گئے ۔انتہائی عاجزی کے باوجود ان کا دبدبہ اور رعب ملنے والے کو محسوس ہوتا تھا۔یہی وہ خوبی ہے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اقبال نے کہا تھا:

نہ تخت و تاج ہے نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

سخی اور غریب پرور تھے ۔ ہزاروں ضرورت مندوں بالخصوص علما اور طالب علموں کی اپنی جیب خاص سے مدد فرماتے ۔مولانا محمد حسن علی رضوی مدظلہ کا بیان ہے کہ: خانیوال کے ایک ہوٹل میں ایک مجذوب نما ملنگ بابا آ کر آپ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا۔آپ نے ناگواری کے انداز میں کہا:''ایسا مت کرو،نعت شریف سناؤ۔''اس نے سادہ سے انداز میں نعت سنانی شروع کردی ۔صاحبزادہ صاحب نے اپنی جیب خاص سے پانچ ہزار کا نوٹ نکال کر پیش کیا۔وہ مسرور ہو کر نعرہ لگاتا ہوا چلا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ وجاہت ومقبولیت عنایت فرمائی تھی ۔کسی بھی جلسہ کی کامیابی کے لیے اشتہار پر آپ کا نام کافی تھا۔کہیں بھی آپ کی تشریف آوری ہوتی لوگ دیوانہ وار جمع ہو جاتے اور فضا مردِ مجاہد، مردِ عظیم، فضل کریم ،فضل کریم کے نعروں سے گونج جایا کرتی تھی ۔آپ جرأت منداور بہادر تھے ۔ قاتلانہ حملوں، پے درپے دھمکیوں کے باوجود آپ کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہیں آئی ۔طالبان کا جس ہمت سے آپ نے مقابلہ کیا وہ بہادری کی ایک عظیم مثال ہے جس کا اعتراف کرتے ہوئے ایٹمی سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے لکھا'' دہشت گرد عناصر کے خلاف بے باک انداز میں علم حق بلند کرنا صاحبزادہ فضل کریم کا کارنامہ ہے،جس کو آنے والی نسلیں ہمیشہ یاد رکھیں گی ۔ نیز ان کی وفات اُمتِ مسلمہ کا ناقابلِ تلافی نقصان ہے ۔(روزنامہ جنگ،۲۰/اپریل ۲۰۱۳ء)

دوراندیشی اور معاملہ فہمی اعلیٰ درجے کی آپ میں پائی جاتی تھی ۔سیاسی لحاظ سے کامیابی کا ثبوت یہ ہے کہ اصولوں پر سمجھوتہ کیے بغیر دو مرتبہ صوبائی اسمبلی اور دو مرتبہ قومی اسمبلی کے رکن رہے ۔ایک مرتبہ صوبائی وزیر برائے مذہبی اُمور بنے اور ۷۵ فرقہ وارانہ کتابوں پر پابندی لگائی ۔اعلیٰ درجے کے منتظم تھے ۔آپ کے دورِ وزارت میں آپ کا کوئی ماتحت کرپشن کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکا۔

ملی خدمات:

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم کی ملی وسیاسی خدمات کا احاطہ اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں البتہ بطورِ نمونہ چند کارنامے سپردِ قلم کیے جارہے ہیں ۔

قومی اسمبلی میں حدود اللہ کے تحفظ کے لیے آواز اُٹھائی ۔ پوپ بینی ڈکٹ نے جب گستاخانہ بیان دیا تو آپ نے متفقہ قرارداد مذمت قومی اسمبلی میں پاس کروائی ۔طالبان کی دہشت گردی کے خلاف قومی اسمبلی کے اندر اور باہر بھرپور آواز اُٹھائی ۔صوفی محمد کے ساتھ معاہدے کی پرزور مخالفت کی ۔ آپ کا قومی اسمبلی میں دیا گیا یہ بیان بہت مقبول ہوا کہ'' ہم صوفی محمد کی شریعت نہیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ کی شریعت کو مانتے ہیں ۔''

داتا دربار کمپلیکس کی تعمیر :

صاحبزادہ صاحب نے اپنے وزارت کے دور میں داتا دربار کمپلیکس

کے لیے دوارب روپے کی گرانٹ منظور کروائی۔ اور یہ کمپلیکس اپنی نگرانی میں مکمل کروایا۔ تحدیث نعمت کے طور پر اسے اپنی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ قرار دیتے۔ آج بھی افتتاح کی تختی پر وزیر اعظم کے نام کے ساتھ آپ کا نام لکھا ہے۔ مین گیٹ پر جہاں ائمہ فقہ کے نام ہیں وہاں امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور امام احمد رضا فاضلِ بریلوی کے اسم گرامی مجدد مائۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ کے القاب کے ساتھ ثبت کروایا۔

سنگ مرمر میں جہاں جہاں آیات قرآنی رقم کی گئی ہیں وہیں ترجمہ قرآن کنزالایمان از امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ بھی کندہ کروایا۔ مرکزی دروازے پر فاضل بریلوی کے اشعار کندہ کیے گئے ہیں۔

دربار گنج بخش کی تعمیر نو جو ہے
سب مرحلے انہیں کی لگن سے ہوئے ہیں طے

تحفظ مزاراتِ اولیا:

مزارات اولیا کے تحفظ کے لیے مردانہ وار سعی فرمائی۔ داتا دربار بم دھماکوں کے وقت جب چہار طرف خاموشی کا راج تھا تو صاحبزادہ صاحب نے اس کے خلاف شدید آواز اُٹھائی تھی اور شہدائے داتا دربار کے چہلم کے موقع پر عظیم الشان قومی امن کانفرنس منعقد کی تھی۔ اس کانفرنس میں تقریباً ایک لاکھ افراد کے تبرک کا اہتمام تھا۔ بارش کے باوجود حاضرین جم کر بیٹھے رہے۔ اسی موقع پر صاحبزادہ صاحب کے خطاب کے دوران آسمان پر بادلوں کے ذریعے اسم محمد تحریر ہوا۔ جسے سب حاضرین نے دیکھا۔ روزنامہ پاکستان اور خبریں اخبارات نے اس اسم پاک کی تصاویر کو شائع کیا۔ مزاراتِ اولیا کے تحفظ کے لیے ہی دربار بری امام اسلام آباد سے داتا دربار لاہور تک تاریخ لانگ مارچ نکالا جس نے تمام حکومتی رکاوٹوں کو توڑتے ہوئے لاہور پہنچ کر دم لیا۔ اس لانگ مارچ کے دوران آپ کے چاروں صاحبزادگان اگلی گاڑی میں موجود تھے۔ کہا گیا کہ چاروں نہیں تو دو بیٹوں کو حفاظتی نقطۂ نگاہ سے گھر بھیج دیں۔ فرمایا میرے لیے مقام مسرت ہوگا کہ میرے چاروں بیٹے اکھٹے جام شہادت نوش کر کے رسول اللہ کے دربار میں سرخرو ہو جائیں۔

استحکام پاکستان سنی کانفرنس:

۱۷/اپریل ۲۰۱۱ء کو عظیم الشان فقید المثال سنی کانفرنس منعقد کی۔ اس کانفرنس کو پنجاب حکومت نے روکنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ لیکن فضل کریم کی استقامت و جرأت کے سامنے اس کی دال نہ گلی۔ کانفرنس سے ایک روز قبل ایک مشاورتی اجلاس میں راقم الحروف بھی شریک تھا۔ حکومت کی جانب سے بار بار مطالبہ کیا جا رہا تھا کہ عتیق اسٹیڈیم میں کانفرنس منعقد کی جائے لیکن صاحبزادہ صاحب اپنے اس موقف پر قائم تھے کہ ہمارے آباو اجداد نے پاکستان بنایا تھا لہٰذا مینار پاکستان کے زیر سایہ کانفرنس کرنے کا ہم سے بڑھ کر کوئی حقدار نہیں۔ جس شام کانفرنس ہونا تھی اس کی دوپہر کو آخر حکومت کو فضل کریم کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑے۔ اور تمام تر حکومتی ہتھکنڈوں کے باوجود کانفرنس کامیابی سے ہمکنار رہوئی۔ ۳۱/مارچ ۲۰۱۳ء کو جب مولوی فضل الرحمان نے مینار پاکستان گراؤنڈ میں جلسہ کیا تو صاحبزادہ صاحب بیمار تھے۔ نہایت افسوس کے ساتھ فرمایا کہ کاش میں تندرست ہوتا تو مینار پاکستان پر کانفرنس کر کے مولوی فضل الرحمان کو کہتا کہ تمہارے آباو اجداد تو پاکستان کے مخالف تھے تمہارا مینار پاکستان کے ساتھ کیا تعلق؟

ٹرین مارچ:

حقوق اہل سنت کے تحفظ کی خاطر کراچی تا راولپنڈی ٹرین مارچ کا ۱۴/اکتوبر ۲۰۱۲ء کو پانچ بجے شام کراچی سے آغاز فرمایا۔ ۱۲۵ اسٹیشنوں پر آپ نے ولولہ انگیز خطاب فرمایا۔ ساڑھے چھتیس گھنٹے کا طویل سفر کر کے یہ مارچ راولپنڈی پہنچا۔ اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: ''نظام مصطفیٰ کی جانب سفر کرنے والے تھکتے نہیں بلکہ منزلیں خود ان کے قدم چومتی ہیں۔''

اسی طرح راولپنڈی سے کراچی تک ہونے والے لبیک یارسول اللہ لانگ مارچ میں بھی شرکت فرمائی۔

وصال پر ملال:

صاحبزادہ صاحب کی قیادت میں اہل سنت کی بیداری کا خوب مظاہرہ ہو رہا تھا۔ مسلسل جلسوں اور کانفرنسوں کا ایک نہ تھمنے والا سلسلہ جاری تھا۔ جس کی ایک جھلک گذشتہ سطور میں آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ صاحبزادہ صاحب راتوں کی نینداور دن کا سکون چھوڑ کر مسلسل جدوجہد فرما رہے تھے۔ نہ جانے کس بدبخت کی نظر لگ گئی۔ شیر کی طرح گرجنے اور چیتے کی طرف دوڑنے والا اہل سنت کا محبوب لیڈر بستر علالت پر لیٹ گیا۔ اپریل کے پہلے ہفتے میں ان کی ہسپتال میں داخلے کی اطلاع ملی۔ معلوم ہوا کہ جگر کا عارضہ لاحق ہو گیا ہے۔ اتحاد اہل سنت کا جو گلدستہ حاجی صاحب نے تیار کیا تھا اسے بکھیرنے کی دانستہ کوشش جن ''مہربانوں'' نے کی تھی۔ ان کے لگائے گئے جدائی کے زخم صاحبزادہ صاحب کا زخمی جگر کب تک جھیلتا۔ آخر کو جواب دے گیا۔

سفر آخرت شروع ہونے سے قبل صاحبزادہ صاحب نے وضو کروانے کا حکم دیا۔ وضو کروایا گیا پھر فرمایا کئی دن ہوئے یارسول اللہ کا نعرہ نہیں سنا، نعرہ رسالت سے ہسپتال کی فضا گونج اُٹھی۔ کیوں نہ نعرۂ رسالت لگواتے سارے ملک میں اس نعرہ کی گونج بڑھانے میں ان کا بڑا کردار تھا۔ تو وقت آخر اس

نعرے کو کیسے بھولتے۔نعت خوانی کی گئی۔صاحبزادہ مولانا محمد داؤد رضوی نے مدینہ منورہ کی ایک ٹوپی پیش کی تھی۔وہ انہوں نے اپنے قلب پر رکھ لی اور تادمِ آخران کے سینے پر دھری رہی۔نعت خوانی کے بعد ابدی منزل کی جانب سفر شروع ہوگیا۔بے ہوشی طاری ہوگئی۔اور اسی کیفیت میں اہل سنت کے دلوں کی دھڑکن، ان کے محبوب قائد 15اپریل 2013ء/ 4جمادی الاخریٰ 1434ھ لاکھوں سینوں کو روتا بلکتا چھوڑ کر سنت نبوی کے مطابق پیر کے دن راہی ملک بقا ہوگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

عاشق کاجنازہ ھے ذرا دھوم سے نکلے :

اگلے روز بوقت فجر غسل دیا گیا۔بعدازاں صبح تقریباً ساڑھے آٹھ بجے جامعہ رضویہ میں آپ کے تبسم نورانی چہرے کی زیارت کروائی گئی۔اس دوران قصیدہ بردہ شریف پڑھا جاتا رہا،تقریباً دس بجے کلمہ طیبہ،درود وسلام اور فاضلِ بریلوی کے نعتیہ اشعار کی گونج میں جنازہ کا جلوس دھوبی گھاٹ کی طرف روانہ ہوا۔راستے میں لوگ دونوں طرف ہاتھ باندھے قطاروں میں کھڑے تھے۔

ہر دل بے قرار اور آنکھ اشکبار تھی۔کچھ لوگ سکتے کی کیفیت میں تھے تو کچھ دل تھام کر بیٹھے ہوئے تھے۔دھوبی گھاٹ کے وسیع وعریض میدان میں لاکھوں افراد نو بجے سے ہی جنازہ کے منتظر تھے۔جب جنازے کا جلوس درود وسلام اور نعرۂ تکبیر ورسالت کی گونج میں میدان میں داخل ہوا تو لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔یہ وہی دھوبی گھاٹ کا میدان تھا جہاں صاحبزادہ صاحب اپنی گرجدار آواز میں خطاب فرمایا کرتے تھے۔اور اہل محبت کان لگا کر سنا کرتے تھے۔

تمام سنی تنظیموں کے قائدین چشم براہ تھے۔ہزاروں نورانی چہروں والے علماو مشائخ موجود تھے اور لاکھوں کی تعداد میں سنی عوام بھی حاضر تھے لیکن راقم الحروف کی مشتاق نظریں وہ بارعب،خوب صورت نورانی چہرہ ڈھونڈ رہی تھیں جو لاکھوں کا مرکزِ نگاہ ہوا کرتا تھا۔

مولانا باغ علی رضوی مائیک سے صف بندی کی اپیل کر رہے تھے۔مجمع بے قابو ہوا جا رہا تھا۔میدان کے چاروں طرف سڑکیں اور عمارات پر سر ہی سر نظر آرہے تھے۔صاحبزادہ حامد رضا صاحب کا بیان ہے کٹی چوک جو کہ دھوبی گھاٹ گراؤنڈ سے خاصے فاصلے پر ہے تک لوگ ہی لوگ تھے۔وضو کے لیے سٹی گورنمنٹ نے واٹر ٹینکرز کا بندوبست کر رکھا تھا۔مذہبی جماعتوں کے ساتھ ساتھ سیاسی جماعتوں کے عہدیدران بھی موجود تھے۔فیصل آباد کی تمام بازار اور اہم تجارتی مراکز بند تھے۔صاحبزادہ صاحب خود فرمایا کرتے تھے کہ ''میرے جنازے پر سارا فیصل آباد بلاک ہوجائے گا۔''

چارسو مکبرین کی مدد سے شیخ الحدیث مولانا محمد شریف رضوی کی امامت میں نمازِ جنازہ بغیر لاؤڈ اسپیکر کے ادا کی گئی۔یہ جنازہ فیصل آباد کی تاریخ کے بڑے جنازوں میں سے ایک تھا۔تابوت کو سنی اتحاد کونسل کے پرچم میں لپیٹا گیا تھا۔اب تابوت جس کے ساتھ بانس باندھے گئے تھے،کو درود وسلام کی گونج میں آخری آرام گاہ کی جانب لے جانے کے لیے اٹھایا گیا۔ہزاروں کی تعداد میں افراد کاندھا دینے کے لیے لپک رہے تھے۔آج جنازے کا اجتماع اور جلوس سینوں کے ہر دلعزیز قائد کی مقبولیت ومحبوبیت کا پکار پکار کر اعلان کر رہا تھا۔جنازے کا جلوس حضرت محدث اعظم پاکستان کے دربار میں پہنچا۔راقم الحروف کو یوں محسوس ہوا جیسے صاحبزادہ صاحب کی روح والدِمحترم سے کہہ رہی ہے کہ:''ابا جان!جو ذمہ داری آپ مجھے سونپ کر آئے تھے میں وہ احسن طریقے سے ادا کر کے آرہا ہوں۔یہ لاکھوں حاضرین اس بات کے گواہ ہیں۔''

جسد اقدس کو مزار شریف کے قریب ایک کمرے میں زیارت کے لیے رکھ دیا گیا۔زائرین ایک دروازے سے داخل ہوکر دوسرے دروازے سے نکل رہے تھے۔تقریباً گھنٹہ بھر یہ سلسلہ جاری رہا لیکن زائرین کی تعداد گھٹنے کی بجائے بڑھتی چلی جارہی تھی۔آخر دکھی دل کے ساتھ صاحبزادہ قاضی محمد فیض رسول رضوی زید مجدہ نے تدفین کا آغاز کرنے کے لئے کہا۔انجمن فدایان رسول کے چاک وچوبند اراکین جو دن بھر سے سکیورٹی کے فرائض انجام دے رہے تھے انہیں قبر شریف سے کچھ فاصلے پر متعین کر دیا گیا۔تدفین کے لیے صرف چند افراد کو قریب آنے کی اجازت ملی بقیہ افراد دور سے ہی نظارہ کر رہے تھے۔تابوت کو اُٹھا کر پہلے تو محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری چشتی کے قدموں کی جانب لایا گیا۔وہاں حاضری دلوا کر مرقد انور کی جانب لے جایا گیا جو مزار شریف سے شمال مغرب کی جانب ہے یہاں صاحبزادہ صاحب کو اپنے برادر اکبر غازی محمد افضل احمد رضا کے پہلو میں آسودۂ خاک کر دیا گیا۔راقم الحروف جب باہر سڑک پر آیا تو صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم علیہ الرحمۃ کی گرجدار آواز کانوں میں پڑی۔جیسے زندگی میں تیزی سے خطاب سننے کے لیے پنڈال میں داخل ہوا کرتا تھا ایسے ہی غیر محسوس طریقے سے قدم تیزی سے اُٹھے۔لیکن یہ کیا؟ کیسٹ ہاؤس میں اسپیکر پر حاجی صاحب کی تقریر چل رہی تھی۔اب یہ گرجدار آواز جو ہر موقع پر گونج کر اہل سنت کی بیداری کا احساس دلاتی تھی،سننے کے لیے اپنے اور بیگانے ترسیں گے۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے ملک کو ویران کر گیا

□□

صادق رضامصباحی☆

ائمہ مساجد کی تنخواہوں کا مسئلہ

کسی بھی عمارت کوتعمیر کرنے سے پہلے زمین کے اندراس کی بنیادکھودی جاتی ہےاوران بنیادوں میں اینٹیں رکھی جاتی ہیں۔یہ اینٹیں زمین کے اندردب جاتی ہیں اوران کے اوپر پوری عمارت تعمیر ہوتی ہے۔دیکھنے والے عمارت کی دیدہ زیبی تو دیکھتے ہیں مگر جو اینٹیں قربانیاں دے کراورخودکومٹی میں دفن کر کے پوری عمارت کا بوجھ اٹھاتی ہیں وہ کسی کونظرنہیں آتیں۔بنیادوں میں اگر اینٹیں نہ رکھی جائیں تو یہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ عمارت زیادہ دنوں تک قائم رہے گی۔ٹھیک یہی حال امام مسجداوراستاذ مدرسہ کا ہے۔یہ اچھے معاشرے کی بنیادی اینٹیں ہیں جومعاشرے کی عمارت کے نیچے مٹی میں دفن ہیں۔اسلام کے لیے جتنی بڑی قربانی یہ حضرات دیتے ہیں کوئی اورنہیں دیتا بلکہ یہ کسی اور سے ممکن ہی نہیں مگر زمین میں دبی ہوئی بنیاد کی اینٹوں کی طرح یہ بھی ہمیشہ نگاہوں سے اوجھل رہتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ معاشرے کواچھے اساتذہ نہیں فراہم ہو پارہے ہیں۔سوال یہ ہے کہ اچھااستاذ برآمد کرنے کے لیے ہمارے اندرکتنی اچھائیاں ہیں اورہم اس کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے کتنے تیار ہیں۔واقعہ یہ ہے کہ اچھے استاذ کے فقدان کا تصورسرے سے غلط ہے۔آج بھی ہمارے درمیان بہت سارے اچھے استاذ ہیں یااچھے استاذ بن سکتے ہیں مگر مادی جبرنے ان کی اچھائیوں کونگل لیا ہے، روزگار کے تنورمیں ان کی خوبیاں جل کرخاک ہوچکی ہیں یا ڈھیرے ڈھیرے خاکستر ہورہی ہیں۔ایک استاذ معاشرے کی ریڑھ کی ہڈی ہوتا ہے، وہ فکر کی تشکیل کرتا ہے،تربیت کی تعمیر کرتا ہے،اخلاق کی تہذیب کرتا ہے،شخصیت کوتنویر عطا کرتا ہے،انگلی پکڑکرآدمیت سے انسانیت کی منزل تک پہنچاتا ہےاورمعاشرے کے مستقبل کا رخ متعین کرتا ہےمگرکیامعاشرےکوبلندی اورنورعطا کرنے والے اس عظیم شخص کے اندرون میں ہم نےکبھی جھانکنے کی کوشش کی ہے؟ کیاہمیں کچھ خبربھی ہے کہ اس عظیم شخص کی زندگی کن مسائل اور پریشانیوں میں الجھی ہوئی ہے اوراس کے گھر کے صحن میں خوش حالی رقص کناں ہے یامایوسی اورتنگ دستی نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔پرائیویٹ مدارس میں پڑھانے والےان اساتذہ کی تنخواہیں عموماً ۴ سے ۷ ہزار کے درمیان ہوتی ہیں اور بہت زیادہ سے زیادہ دس ہزار۔ گرانی اتنی زیادہ ہے کہ معمولی تنخواہ پانے والےشخص کے لیے زندگی گزارنا بہت مشکل ہےمگر پھربھی اللہ کے بھروسے پر ہمارے یہ مذہبی رہنما زندگی گزاررہے ہیں اورروز بروز بڑھتی ہوئی گرانی کے اس دور میں بھی یہ بے چارے اتنی قلیل ترین تنخواہ پرقوم کے بچوں کامستقبل سنوارتے ہیں جب کہ خودان کامستقبل بلکہ حال بھی کسی شاخ نازک کے رحم وکرم پرہوتا ہے۔

مساجد کے ائمہ کی حالت تو اساتذہ سے بھی بہت پتلی ہے۔ہم اپنے امام صاحب کے پیچھے صرف نماز پڑھنا جانتے ہیں،اس کے علاوہ ہم ان سے کوئی سروکارنہیں رکھتے یارکھنانہیں چاہتے۔یہ شکوہ توہمیشہ ہماری نوک زبان میں رہتا ہے کہ امام صاحب تعویذ دیتے ہیں توپیسہ لیتے ہیں،فاتحہ کرتے ہیں تونذرانہ لیتے ہیں،امام صاحب غیر قانونی طور پر پیسہ کماتے ہیں،امام صاحب فرضی رسید چھاپ کر چندہ کرتے ہیں،امام صاحب یہ کرتے ہیں اورامام صاحب وہ....سوال یہ ہے کہ آخروہ ایسا کرنے پرمجبور کیوں ہوئے۔؟ گہرائی میں اتر کر دیکھیں تواس کے مجرم وہ نہیں خودہم ٹھہریں گے۔ ان کے جرم کی سنگینی بھی کم نہیں خدا کے یہاں ان کی بھی پکڑ ہوگی مگرانہیں جرم تک پہنچانے پرکسی اورکانہیں بلکہ ہماراا پنا کردار ہے۔اس لیےہم بھی اتنے ہی لائق گردن زنی ہیں جتنے کہ وہ۔

ہم عیداور بقرعید کے دن نیز دیگرخوشی کے مواقع پراپنے اہل خانہ کے لیے حسب بساط اچھے سےاچھے کپڑے بنواتے ہیں۔ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے گھر میں دنیا کی ساری آسائشیں مہیا ہوں،کولر ہو،فریج ہو،گریزر ہو،انٹرنیٹ ہو،ٹی وی ہو،کیبل ہواورنہ جانے کیا کیا۔مگر کیا ہم کبھی غور کرتے ہیں کہ ہم اپنے محلے کی مسجد کے جس امام کے پیچھے پنج وقتہ نماز پڑھتے ہیں،جمعہ کے دن ان کے خطابات سے اپنی روحانی دنیامنورکرتے ہیں،ان کی معاشی پوزیشن کیاہے،ان کے بچے بنیادی ضرورتوں سےمحروم تونہیں ہیں،ان کی ضرورتوں کی تکمیل کس طرح ہورہی ہےاوران کی زندگی کی گاڑی پٹری پرکس طرح دوڑرہی ہے۔

ہماری فکری پستی کی انتہا یہ ہے کہ ہم دنیاوی علم سکھانے والوں کے سارے مطالبات پورے کر دیتے ہیں،انہیں منہ مانگی فیس دیتے ہیں،ان کےنخرے اٹھاتے ہیں،اپنے بچوں کےاچھے کریئر کے لیے مہنگے سے مہنگے اسکول میں داخل کراتے ہیں،فیس اوردیگرلوازمات کے نام پرکثیر سرمایہ بخوشی خرچ کرنے کوتیار ہوجاتے ہیں مگر جب اپنے انہی بچوں کودینی تعلیم دلانے کی بات آتی ہے توجس امام صاحب یا مولانا صاحب سے ٹیوشن پڑھواتے ہیں توان کی تنخواہ اتنی معمولی رکھتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے تنخواہ نہیں بھیک دےرہے ہوں اور یہ بھیک بھی دےکراحسان کررہے ہوں۔بعض امیر تو یہی چاہتے ہیں کہ امام صاحب ہمارے بچوں کو مفت میں پڑھادیا کریں۔پھرجب یہی لوگ علما،ائمہ اوراساتذہ پرسرراہ تنقیداورطعن وتشنیع کرتے پائے جاتے ہیں توان کی بیمارذہنیت پرحددرجہ ماتم کرنے کوجی چاہتا ہے۔

ہمارے مذہبی معاشرے میں مشائخ کرام اور پیران عظام کا بہت زیادہ اثر ہے۔معاشی طور پر یہ خوش حال بھی ہوتے ہیں۔ان کے ایک ایک اشارے

☆ ممبئی،موبائل: 09619034199

پران کے مریدین پانی کی طرح پیسہ بہادیتے ہیں حالاں کہ پیر یا شیخ سے زیادہ امام صاحب سے ہمارا واسطہ پڑتا ہے۔ جب بھی ہمیں کوئی دینی ضرورت درپیش ہوتی ہے تو ہمیں سب سے پہلے اپنی مسجد کے امام اور اپنے مدرسے کے استاذ کے آستانے پر دستک دینی پڑتی ہے مگر پیر کا اتنا خیال کہ صرف ایک اشارے پر کیا سے کیا کر ڈالنے کو ہمہ وقت تیار اور مسجد کے امام صاحب سے بے زاری کا یہ حال کہ نمازوں کے اوقات کے سوا دیگر اوقات میں ان کی خیریت معلوم کرنے کے لیے ہمارے پاس وقت نہیں۔ یہ دوا لگ الگ امتیازات اور انتہائیں کیوں ہیں؟ اگر پیر صاحب کی خدمت کرنا ہمارے دین کا حصہ ہے تو امام صاحب کی خدمت دین کا حصہ کیوں نہیں ہے؟ مشائخ طریقت اگر کمر ہمت کس لیں تو اپنے اپنے حلقے سے محلوں کی مسجدوں کے امام صاحبان کو معاشی آسودگی فراہم کرا سکتے ہیں۔

ہم کانفرنسوں میں لاکھوں کروڑوں خرچ کرتے ہیں، خطبا و شعرا کو ان کی مارکیٹ ویلیو کے حساب سے منہ مانگا نذرانہ بخوشی پیش کرتے ہیں اور ان پر عقیدت ومحبت کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔ مزہ تو یہ ہے کہ اسے ہم ایک اہم دینی کام سمجھتے ہیں۔ یہ کوئی بری چیز نہیں مگر یہی عقیدت اور یہی دین پرستی امام صاحبان کے حق میں تھپکی دے کر کیوں سلا دی جاتی ہے؟ امام صاحب کے ساتھ ہمارا رویہ تو یہ ہوتا ہے کہ ہم عید و بقرعید میں انہیں تحفہ تک دینے کے لیے خود کو تیار نہیں کر پاتے۔ مروجہ جلسوں میں اتنا کثیر سرمایہ خرچ کر کے ہم پیشہ ور مقررین وشعرا سے کتنے فی صد دین سیکھ رہے ہیں اور ہمارے اندر کتنی دینی تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں؟ ہم اتنی خطیر رقم خرچ کر کے کہیں فضول خرچی کے مرتکب تو نہیں ہو رہے ہیں؟ ہمیں اپنی ہر دینی ضرورت پر امام صاحب یاد آتے ہیں، ان کے بغیر ہم اپنے دینی مسائل حل نہیں کر سکتے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم اپنے دین کا ایک اہم ترین حصہ ان کے ذریعے مکمل کرتے ہیں مگر امام صاحب ان عنایات سے محروم کیوں ہیں؟ ہم ان جلسوں میں اپنے محلے کے امام صاحب یا مدرسے کے مولانا صاحب سے تقریر کیوں نہیں کراتے؟ ہم ان کو وقت سے پہلے موضوع دیں تا کہ وہ بھرپور تیاری کے ساتھ خطاب کر سکیں اور پھر انہیں بھرپور نذرانہ پیش کریں۔ شاید ہم پیشہ ور مقررین سے کہیں زیادہ اپنے امام صاحب سے دین سیکھ جائیں گے۔ ہم مزارات پر حاضری دیتے ہیں، چادر چڑھاتے ہیں، گھر میں نیاز کا اہتمام کرتے ہیں تو خوب دھوم دھام سے جشن مناتے ہیں۔ اگر ہم یہ دین کا کام سمجھ کر اور حصول ثواب کی نیت سے کرتے ہیں تو کیا مسجدوں کے اماموں کا ضروریات کا خیال رکھنا دین سے باہر کی کوئی چیز ہے؟ یہی امام صاحب ہی تو ہیں جنھوں نے ہمیں نیاز فاتحہ کا طریقہ سکھایا، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی تعلیمات فراہم کیں اور جو ہر ہفتے جمعہ کے دن حسب بساط ہماری دینی تربیت کرتے ہیں مگر ہم انہیں اس کا کیا صلہ دیتے ہیں؟

ہم ہر مہینے بجلی کا بل بھرتے ہیں، کیبل اور انٹرنیٹ کی ماہانہ فیس جمع کرتے ہیں کیا ہم اپنی مساجد کے امام صاحبان کے لیے مہینے میں کچھ مقرر نہیں کر سکتے؟ یہ ہماری اسی غفلت کا نتیجہ ہے کہ اب باصلاحیت علما امامت کو ترجیح نہیں دیتے وہ کسی اور طرف نکل جاتے ہیں۔ عام طور پر امامت کے منصب پر وہی لوگ فائز ہیں جو کم پڑھے لکھے ہیں۔ یہ ٹرسٹیوں کی چاپلوسی کرتے ہیں، ان کی پسند کے مطابق انہیں دین کی باتیں بتاتے ہیں اس لیے ٹرسٹیان انہیں مساجد سے باہر کا راستہ نہیں دکھاتے کیوں کہ اگر وہ اچھے عالم دین کا انتخاب کریں گے تو وہ انہیں ان کی پسند کا مال فروخت نہیں کرے گا۔ دراصل عوام کی اکثریت چاہتی ہی نہیں کہ وہ کسی اچھے قائد کے پیچھے چلیں اور یہ سلسلہ امامت سے لے کر تقریباً ہر شعبے تک پھیلا ہوا ہے۔ کم پڑھے لکھے اماموں کی وجہ سے بہت سارے علاقوں میں مسائل بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ وہ اپنے مقتدیوں کی صحیح ڈھنگ سے دینی تربیت بھی نہیں کر سکتے۔ آج جو دین سے غفلت عام ہے اس کی سب سے بڑی اور بنیادی وجہ یہی کم پڑھے لکھے اور غیر تربیت یافتہ امام ہیں۔ عوام الناس اور محلے والوں کا روزانہ پانچ وقت ان سے واسطہ پڑتا ہے مگر عوام محروم ہی رہتے ہیں۔ اچھی چیزوں کے لیے کچھ قربانیاں بھی دینی پڑتی ہیں اور آج کے دور میں تو دین بھی بغیر پیسے کے حاصل نہیں ہوتا۔ جس طرح کم پیسے سے خراب چیز خرید کر ہم اپنا نقصان کر لیتے ہیں یوں ہی کم پڑھے لکھے اور غیر تربیت یافتہ اماموں کو رکھ کر ہم اپنا ہی دینی اور روحانی نقصان کر رہے ہیں۔ ہمیں امامت جیسے غیر معمولی اور اسلام کے نہایت کلیدی منصب کے شایان شان افراد کا انتخاب کرنا چاہیے۔

یہ بات تجربے کی ہے کہ جو کام چھوٹے لوگوں سے ہو جاتا ہے وہ بڑوں سے نہیں ہو پاتا اور یہ چھوٹے ہی ہوتے ہیں جو بڑوں کے کام آسان کر دیتے ہیں اور ان کی مشکلات کم کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ سپہ سالار کی سپہ سالاری اس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک سپاہی جی جان سے اس کا تعاون کرتے ہیں۔ سپہ سالار یا قائد زیادہ تر حکم دیتا ہے اور اس کے حکم پر چھوٹے چھوٹے لوگ اس کا کام پورا کرتے ہیں۔ آپ کسی بھی سطح پر دیکھ لیں منظرنامے میں یہی تصاویر دکھیں گی۔ اس طرح اب اس مسئلے کو لیجیے کہ ہمارا زیادہ تر تعلق اپنے محلے کے امام صاحب سے ہوتا ہے، پیر صاحب سے تو کبھی کبھار ہی ملاقات ہو پاتی ہے۔ عوامی سطح پر جتنا دینی کام امام صاحب جو بڑے حضرات سے بہر حال چھوٹے ہوتے ہیں، کر دیتے ہیں وہ بڑوں سے مشکل سے ہو پاتا ہے چونکہ بڑوں کے پاس کام کی فہرست بھی بہت طویل ہوتی ہے اس لیے عوامی سطح پر انہیں کام کرنے کے مواقع نہیں مل پاتے۔ مطلب یہ کہ بنیادی کام معمولی تنخواہ پر کام کرنے والے انہی اماموں اور مدرّسوں سے ہوتا ہے۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارے ان مقامی قائدین کی تنخواہوں کا مسئلہ ہمارا مسئلہ ہے حکومت کا نہیں، اسے کس طرح حل کرنا ہے، یہ ہمیں سوچنا ہے۔ اس لیے حکومت سے ان کی تنخواہوں کا مطالبہ کرنا دانش مندی نہیں ہے۔ اس کے جو مفاسد ہیں وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔

عموماً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نیاز، فاتحہ، درود وغیرہ کی فضیلتوں پر تو خوب خوب

تقریریں ہوتی ہیں مگر اس اہم پہلو کی طرف بہت ہی کم توجہ دی جاتی ہے اور توجہ دی بھی کیوں جائے کہ مقررین ومشائخ کی ضرورتیں تو پوری ہو ہی رہی ہیں نا۔ اس رویے کو بے نیازی کہتے ہیں۔ بے نیازی بذات خود بری چیز نہیں ہے بلکہ بعض مواقع پر اچھی بھی ہے مگر بے نیازی کی نفسیات کے نتائج بہت برے ہیں۔ یہ اسی بے نیازی کی نفسیات کا نتیجہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کی ضرورتوں اور ان کے مسائل سے غافل ہیں۔ بلاشبہ ہمارے امام صاحب معاشرے میں نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں مگر سماجی عزت ہونا اور بات ہے اور معاشی ضرورت ہونا اور بات۔ کسی کی عزت وعظمت اس کے پیٹ کی آگ نہیں بجھا سکتی۔ ہم اپنے امام صاحب کو چاہے تخت وتاج پر بیٹھا دیں لیکن اگر ان کی ضرورتیں پوری نہیں ہو رہی ہیں تو ان کے لیے ایسا مقام ایسی عزت کس کام کی ہے۔؟

یہ دیکھا گیا ہے کہ امام صاحب یا مولانا صاحب پر اگر کوئی ناگہانی آفت آجائے تو ٹرسٹیان اور مقتدی حسب بساط ان کی امداد کرتے ہیں، یہ بلاشبہ اچھی بات ہے۔ اگر بروقت یہ امداد میسر نہ ہو تو پھر امام صاحب کا معاملہ اللہ کے رحم وکرم پر ہوتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ آپ انہیں ہاتھ پھیلانے پر مجبور کیوں کرتے ہیں، اتنی تنخواہ کیوں نہیں دیتے کہ انہیں کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنے کی نوبت ہی نہ آئے اور وہ اپنے مسائل خود ہی حل کر لیا کریں۔ یہ محاورہ ہر خاص وعام کی زبان پر ہوتا ہے ''گھر کی مرغی دال برابر'' امام صاحب کے تعلق سے ہم اس محاورے پر بھی پورے نہیں اترتے، ہم انہیں ''دال'' کے برابر بھی نہیں سمجھتے۔ اگر ہمارے نزدیک ان کی اہمیت ہوتی تو ہم ان کی ''دال'' کا خیال ضرور رکھتے۔

ہم اپنے علما وائمہ کی بدنامی تو بڑی آسانی سے کر دیتے ہیں لیکن ان کے مسائل سے آنکھیں موند لیتے ہیں۔ حالات سے تنگ آکر کبھی یہ حضرات سیاسی اسٹیج پر کھڑے ہو جاتے ہیں، کبھی کسی دولت مند کے دربار میں جا بیٹھتے ہیں اور کبھی علاقے کے کسی با اثر آدمی کے سامنے دست بستہ بیٹھے نظر آتے ہیں۔ ان کا مسئلہ یہی ہوتا ہے کہ انہیں معاشی تحفظ چاہیے ہوتا ہے۔

دراصل ہمارے معاشرے کی ایک بہت بڑی بیماری دین کا محدود تصور ہے۔ ہم نے دین کو محض چند باتوں کا مجموعہ سمجھ لیا ہے اور اسی مفروضے کو ہم دین کی کلیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس لیے جو مسئلہ ہمارے مفروضے پر فٹ بیٹھتا ہے تو وہ ہمارے نزدیک دین ہوتا ہے اور جو مسئلہ اس مفروضے سے ادھر ادھر دکھائی دیتا ہے تو ہم اسے دین سے باہر کا راستہ دکھا دیتے ہیں۔ اس طرح کے مسائل کی ایک طویل فہرست ہے۔ اس غلط تصور کا ایک خاص سبب یہ ہے کہ بعض موضوعات کو اتنے اصرار اور شدت کے ساتھ بیان کیا گیا کہ عوام نے انہی کو کل دین سمجھ لیا اور بہت سارے موضوعات غیر شعوری طور پر نظر انداز ہوتے گئے تو عوام ان کی اہمیت سے آگاہ ہی نہ ہو سکے۔ اس اعتبار سے دیکھیں تو ہمارا یہ معاشرہ دینی تضادات کا معاشرہ بن چکا ہے اور یہ تضادات عوام سے لے خواص تک سب کا تعاقب کر رہے ہیں اگرچہ ہم فکری سطح پر اس کے قائل نہیں ہوتے لیکن ہماری عملی سطح پر جو چیز نظر آتی ہے وہ یہی ہے یعنی دینی تضاد۔ دین کی جو بات ہمیں پسند آجاتی ہے تو ہمارے فکر وعمل اسی کا احاطہ کر لیتے ہیں چاہے وہ کتنی ہی غیر اہم کیوں نہ ہو۔ اس کے برعکس جو بات ہمارے محدود دینی تصور سے ٹکراتی ہے تو اس سے ایسے لاتعلق ہو جاتے ہیں گویا وہ دین کا حصہ ہی نہ ہوا گرچہ وہ دین میں کتنی ہی غیر معمولی کیوں نہ ہو۔ اسی تصور کی وجہ سے ہم امامت وقیادت جیسی اہم ترین چیز کو غیر اہم چیز سمجھ لیتے ہیں اور دیگر فروعی مسائل کو اہم ترین چیز۔

اس کو ایک اور پہلو سے سمجھیں، دین کے جس حصے میں ہمارے نفس کو غذا ملتی ہے تو ہم بہت جلد اس کی طرف لپکتے ہیں گویا ہم اس سے ایک ساتھ دو مقاصد پورے کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ایک دین کا اور ایک اپنے نفس کا مگر امامت وقیادت جیسے دیگر بہت سارے مسائل میں ہمارے نفس کا سامان نہیں ہوتا اس لیے غیر شعوری طور پر وہ خود بخود ہماری مفروضہ مذہبیت کی فہرست سے خارج ہو جاتے ہیں۔ غور کریں کہ دین کا محدود تصور ہمیں کہاں تک لے آیا ہے؟ موجودہ تقاضوں اور بے شمار مسائل نے ہمیں جو چیز سکھائی ہے وہ یہ کہ اب ترجیحی طور پر کام کیے جائیں، ہر مسئلے کو اس کی اہمیت کے اعتبار سے ترجیح دی جائے اور اسے بھرپور طریقے سے عمل میں لایا جائے۔ اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو یقین کیجیے کہ ہم اپنے دین کو نقصان پہنچائیں گے اور اپنی دنیا بھی اپنے ہاتھوں سے برباد کریں گے۔

ائمہ مساجد کی تنخواہوں کا مسئلہ کوئی معمولی اور غیر اہم مسئلہ نہیں ہے، یہ ہمارا اجتماعی مسئلہ ہے ہم اسے جتنی جلدی حل کر لیں گے ہمارے معاشرے کی عمارت کی بنیادیں اتنی ہی جلدی مضبوط ہو جائیں گی۔ اس کے لیے سب سے پہلے ہمیں دین کی کلیت کا تصور ذہن میں بٹھانا ہوگا، کسی ایک جز یا چند اجزا پر عمل کر کے پورے دین پر عمل کرنا نہیں کہلائے گا۔ معاشی خوش حالی مہیا کرنے کے باوجود اگر امام صاحب اپنی ذمے داری نبھانے سے کترا رہے ہیں تو گویا وہ منصب امامت کے بالکل بھی حق دار نہیں ہیں، انہیں فوراً مسجد سے نکال کر باہر کر دینا چاہیے۔

قصہ مختصر مسجد ومدرسہ ہمارے دین کے دو نمائندہ ادارے ہیں، یہاں سے وابستہ اساتذہ اور ائمہ اسی وقت اسلام کی نمائندگی کا صحیح حق ادا کر سکیں گے اور مسجد ومدرسے کے قیام کے تقاضوں پر عمل کر سکیں گے جب وہ معاشی طور پر مستحکم ہوں گے۔ بغیر ان کی ضرورت پوری کیے صرف ان سے ذمے داری کی توقع کرنا اور اپنی ذمے داری فراموش کر جانا قرین انصاف نہیں ہے۔ یہ مسجدیں ہمارا میڈیا ہاؤس ہیں اور یہ سب سے طاقت ور، مؤثر ترین اور با اعتماد میڈیا ہے، یہ اسی وقت توانا ہو سکے گا جب امام صاحبان خود کفیل ہوں گے اور انہیں ہر طرح سے آسودگی میسر آئے گی۔ آیئے ہم سب مل کر تنہائی میں اپنی ذات سے ملاقات کریں اور اس سے پوچھیں کہ ہم اپنی ذمے داریاں پوری نہ کر کے کسی کا حق تو نہیں مار رہے ہیں۔ ❑❑

اقبال موسی جی ماسٹر☆

سفرِ حج میں پرائیویٹ ٹور آپریٹرس کی بدعنوانیاں

مذہب اسلام کے ایک اہم رکن یعنی حج بیت اللہ کے مقدس اور پاکیزہ سفر کو کالا بازاری اور رشوت خوری اور .P.T.O (پرائیویٹ ٹور آپریٹرس) کی غلامی سے اوران بے انتہا منافع خوری سے نجات دلانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔اور اس کے ساتھ آپ کو حقیقت اور موجودہ دَور میں حج کے سفروں میں چل رہے حالات کو اپنے ٹی، وی چینل، اخبار نیوز، اور اپنے روز نامہ اخبار میں چھپوا کر اور سُرخی میں چھاپ کر عام مسلمانوں کو جو آئندہ سالوں میں سفرِ حج کی نیت وارادہ رکھتے ہیں اسے پرائیویٹ طریقے سے جانے والے حج میں چل رہی منافع خوری اور سرکار کی طرف سے بنے قانون اور اس کا غلط طریقے سے فائدہ اٹھا رہے۔ .P.T.O (پرائیویٹ ٹور آپریٹرس) کے بارے میں معلومات فراہم کرنا بے حد ضروری ہے اور اس پر سرکار مناسب قدم اٹھا کر اِس مقدس سفر کو ٹور آپریٹروں کی غلامی سے نجات دلا کر الگ ایک کمیٹی یا ۴۷ ہزار حاجیوں کے پرائیویٹ کوٹہ کو سینٹرل حج کمیٹی کو ہی دے کر حج مسافروں کے محنت کی کمائی کو ان کالا بازاری کرنے والوں اور منافع خوروں سے بچائیں۔تا کہ ہر سال قریباً پانچ سے چھ سو کروڑ روپے ۴۷ ہزار حج مسافروں سے انتظام کے نام سے یہ پرائیویٹ ٹور آپریٹرس اپنی جیب بھر رہے ہیں اور حاجیوں کو بے وقوف بنا کران سے منہ مانگی اور من چاہی رقم لیتے ہیں۔

لہٰذا اس خط کے ساتھ ارسال کی گئی پریس نوٹ کو ضروری اور فوری طور پر شائع کرنے کی زحمت فرمائیں۔ یہ سفرِ حج کے امیدواروں کو ایک جان کاری دینے، اور ان کو بے وقوف بننے سے بچانے اور سرکار کی آنکھیں کھولنے کا اہم موقع اور کام ہے۔

لہٰذا میری آپ سے دست بستہ گزارش ہے کہ اسے جتنی جلدی ہو سکے اپنے رسالہ میں شائع کر کے ممنون فرمائیں۔

آپ کو اس حقیقت سے آگاہ کرنا ہے کہ حج بیت اللہ پانچ فرض میں سے ایک اہم فرض ہے کہ انسان زندگی بھر اپنی کمائی، دنیاداری، سماج اور گھریلو ذمّہ داریوں اور تمام دوڑ دُھوپ کرنے کے بعد جب وہ دنیاداری چھوڑ کر اپنے مالک سے اور اپنے خدا کو یاد اور اس کے احکامات کی بجا آوری کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنے زندگی بھر کی کمائی سے بچائی ہوئی رقم سے حج کا سفر کر کے اللہ کو راضی کرنا چاہتا ہے۔ یہ سفرِ حج جو گزرے ہوئے زمانے میں کرنے میں تکالیف پیش آتی تھیں مگر اس سے اب کئی گنا آسان ہو گیا ہے سفر کی سہولتوں کے ذریعے اِس مقدس سفر کو ادا کرنے کے لیے جو کاروباری لوگ یا خوش حال لوگ ہیں وہ اِسے کئی بار اور جب چاہیں ادا کر سکتے ہیں لیکن اس خدا کے بندے کو دیکھو جو دن رات محنت کر کے یا ۳۰ سے ۳۵ سال ملازمت کر کے اپنی کمائی سے ایک ایک پیسہ جوڑ کر سفرِ حج کے لیے جمع کرتا ہے اور اس سفر کو ادا کر کے اپنے خواب کو پورا کرنا چاہتا ہے۔ اور وہ اِس نیک اور حلال کمائی سے بارگاہِ الٰہی کی زیارت یعنی سفرِ حج کرتا ہے۔لیکن آج سہولتوں کے نام پر اِس مقدس سفر کو لوگوں نے اپنی کمائی کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ حج بیت اللہ کا سفر کرنے کے لیے حکومتِ ہند نے بہت سے قانون اور قاعدے بنا رکھے ہیں جیسے کہ ''حج کمیٹی'' جو عام ہندوستانی مسلمانوں کو ان کی مانگ کے مطابق یا سفر پر جانے والے خواہش مند مسلمانوں کی تعداد کے مطابق تمام کو سفر پر نہیں روانہ کر سکتی، سعودی حکومت نے بھارت حکومت کو ایک لاکھ ستّر ہزار مسافروں کا کوٹہ ہی دے رکھا ہے، جس میں ایک لاکھ ۲۳ ہزار مسافروں کو سینٹرل حج کمیٹی اپنی سہولیات اور حکومتِ ہند کی رحم دِلی یعنی اِس مہنگے سفر کو آسان کرنے کے لیے کم خرچ میں عام مسلمان اس دیش کا کمزور مسلمان اس بیرونی ملک سفر کو ادا کر سکے یہی ہمارے ملک کے عوام کے لیے حکومت کی آرزو اور خواہش ہے۔اور سینٹرل حج کمیٹی اور اس کے مینجمنٹ حج مسافر کی ہر سہولیات قریب روپے ایک لاکھ پانچ ہزار میں اور فرسٹ کلاس کا سفر روپے ایک لاکھ بیس ہزار میں ادا کراتے ہیں جس میں ایئر ٹکٹ سے لے کر منیٰ، عرفات، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا مکان کرایہ اور تمام قسم کے ٹرانسپورٹ چارج اور اسی میں مینجمنٹ کا سروس چارج بھی شامل ہے۔اور حج مسافر اتنا روپیہ فی کس جمع کروا کر اِسی رقم میں سے قریب ۲۶ ہزار بھارتی کرنسی سے سعودی عرب میں حج مسافروں کو اپنے ذاتی خرچ کے لیے سعودی ریال حاصل کرتا ہے اور اپنی جمع کرائی رقم میں سے یعنی سفر کا خرچ ایک لاکھ پانچ ہزار والوں کو کرنسی کی رقم کاٹ کر ۸۰ ہزار سفر خرچ اور فرسٹ کلاس والوں کا سفر خرچ کرنسی کی رقم کاٹ کر قریب روپے ۹۴ ہزار خرچ آتا ہے۔اب کھانا خود کو کھانا ہے۔اس کا ایک ماہ یا ۳۵ دنوں کا فی آدمی کا خرچ تقریباً ۱۵ ہزار روپے خرچ ہوگا۔اور ایک حج مسافر کے اِسی سفر کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اسی سفر کے لیے

☆ 4155، گولمدا، نزد نیو انجمن ہائی اسکول، استودیا روڈ، احمد آباد–380001 (گجرات)
فون: 079-25353993, 09879154085

قریب ۴۷ ہزار حج مسافر جو پرائیویٹ طریقے سے بھی سفر حج کو ادا کر سکتے ہیں جس کا طریقہ حکومتِ ہند کے منسٹری افیرس حج سیل ڈپارٹمنٹ نے اور منسٹری آف حج سعودی حکومت نے پرائیویٹ ٹور آپریٹرس کے ذریعہ یا انھیں رجسٹریشن حاصل کرنے کے بعد ان ٹراویلس ایجنٹ کے ذریعہ سفر کرنے کا قانون ۲۰۰۵ء سے بنا رکھا ہے جس کی وجہ سے یہ ۴۷ ہزار حج مسافرین سینٹرل حج کمیٹی میں اپنی درخواست نامنظور ہونے کے بعد اپنی بڑھتی عمر یا گھریلو حالات اور بڑھتی مہنگائی کو دھیان میں رکھ کر اسی سال حج ادا کرنا چاہتا ہے اور اس کا سفر کرنے کا خود پرائیویٹ ٹور آپریٹر کی طرف خیال جاتا ہے۔ جو .P.T.O اس کو سفر حج پر لے جاسکے اس کے حج ویزا کوٹہ رجسٹریشن حاصل کرنے کا طریقہ سیکورٹی ڈپوزٹ ہر طرح کے قانون ہماری حکومت اور سعودی حکومت نے بڑے کٹھن بنا رکھے ہیں۔

لیکن اس کے باوجود یہ .P.T.O ہر سال اپنا رجسٹریشن بڑی آسانی سے دوسرے رجسٹرڈ ٹورس آپریٹر کو لاکھوں روپے میں اپنا مفت میں حج مسافر کو جو ویزا دینا چاہیے وہ کوٹہ بیچ دیتے ہیں جو کہ اب ایک عام رواج بن چکا ہے اور اسے چھپانے کا کام انھیں ٹور آپریٹرس کے ایسوسی ایشن اور کچھ ڈپارٹمنٹ کے بھرسٹ ادھیکاری اپنی کالی کمائی کرنے کا راستہ نکال لیتے ہیں، جس کا ثبوت ملنا یا مل جانے کے باوجود جان بوجھ کر انجان بننا انھیں عہدے داروں کا یا ان کے ڈپارٹمنٹ کے منسٹر پارٹی فنڈ لینے کا طریقہ بن چکا ہے زیادہ جان کاری دینے سے وہی عہدے دار اپنی پوسٹ اور گورنمنٹ سرونٹ کے اپنے آئی کارڈ کا فائدہ لے کر مجسٹریٹ یا پولیس تھانے یا انکوائری دفتروں میں جا کر اس جانچ کو الگ موڑ (رنگ) دے دیتے ہیں۔ جو واقعی بڑی سنگین بات ہے۔ سفر حج ایک مذہبی سفر ہے جو حج کمیٹی سفر حج روپے ۹۵ ہزار میں کروا رہی ہے جس میں ایئر ٹکٹ کی سبسڈی حکومتِ ہند سے دی جاتی ہے وہی سبسڈی نہ دی جائے تو روپیہ ۳۰ ہزار فل ریٹ کا جوڑ کر یہی حج کا سفر ایک لاکھ پچیس ہزار میں آرام سے انٹرنیشنل پاسپورٹ اور پرائیوٹ طریقوں سے سفر حج ہوسکتا ہے۔ .P.T.O اپنا رجسٹریشن حج ویزا کوٹہ، منظور کراتے وقت اپنی جمع کی گئی فائل کے ساتھ کنٹراکٹ لے کر موڈل ایگری منٹ لیٹر ہر ٹور آپریٹرس اپنی فائل منظور کرانے سے پہلے سرکار کو ۱۰۰ روپئے کے اسٹیمپ پر نوٹری بونڈ کے ساتھ منسٹری کو دے دیتا ہے اسی کنٹراکٹ پیج کو موڈل ایگری منٹ لیٹر کو کوٹہ دیئے جانے کے بعد وہی ٹور آپریٹرس من مانی اور منہ مانگی رقم دو لاکھ سے تین لاکھ تک مسافروں سے سفر خرچ کی قیمت وصول کرتا ہے۔

اپنا ریٹ جو موڈل اگری منٹ لیٹر میں دیتا ہے اپنی دی جانے والی سہولتوں کے تحریری بیان کے ساتھ اور اسی موڈل ایگری منٹ کو ہماری سرکار یا ڈپارٹمنٹ چھپاتا کیوں ہے ہر ٹور آپریٹرس کا کنٹرکٹ پیج یا اس کے ریٹ اس کے لائنس رجسٹریشن جس دن نئے سال کے لیے ڈکلیریشن کے ساتھ نیوز پیپر یا نیٹ پر حج مسافروں کی جان کاری کے لیے اوپن کیوں نہیں کیا جاتا ہے اگر وہ اپنے کنٹرکٹ موڈل ایگری منٹ لیٹر یا افیڈیوٹ میں اپنا سفر خرچ ڈکلیر کرنے کے باوجود اپنا ویزا کوٹہ رجسٹریشن ہونے کے بعد زیادہ ریٹ حج مسافر سے وصول کرتا ہے۔ اس پر اس طرح کرنے پر ایکشن کیوں نہیں لیا جاتا ہے، ہر ٹور آپریٹرس اپنا موڈل ایگریمنٹ کنٹرکٹ لیٹر روپئے ایک لاکھ تیس ہزار سے روپئے ایک لاکھ پچاس ہزار تک دیتا ہے اور اسی میں حاجی کو کیا سہولیات مکہ اور مدینہ میں وہ دے گا۔ یہ موڈل ایگریمنٹ لیٹر میں ظاہر کرنا ہے۔ اور یہ سفر حج ایک خدمت کا سفر ہے اور عام آدمی اللہ کے در پر جانے والے اس کے مہمان کی مفت میں خدمت کرنا چاہتا ہے۔

جو خدمت کا موقعہ پانے کے لیے ہر مذہب کا آدمی اپنے آپ کو خوش قسمت مانتا ہے اور اسی کام کو یہ .P.T.O اور ان کی تنظیم کے لوگ جب ان کی کوئی غلطی یا منافع خوری پکڑی جاتی ہے تو ایسی کون سی کمائی ان کے ہاتھ چلی جاتی ہے جو اس کے ڈیفولٹ ہو جانے سے وہ تمام .P.T.O ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ تک کی لڑائی لڑنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ وکیلوں کی بنچ کھڑی کر دیتا ہے یہ ایک سوال بڑا کٹھن ہے۔ جو ہر کسی کے سمجھ میں آجائے گا کہ اس کام میں کچھ تو کہیں ایسی بڑی کمائی ہے اِسی لیے جو سفر روپئے ۹۵ ہزار میں سینٹرل حج کمیٹی میں حج مسافر کھانا کھانے کے ساتھ ادا کر سکتا ہے اسی سفر کو .P.T.O ہاتھی کے دانت کھانے کے الگ اور دکھانے کے الگ کہاوت کی طرح جو موڈل ایگریمنٹ لیٹر کنٹرکٹ قیمت اور سہولیات ۱۰۰ روپئے کے نوٹری بونڈ کے ساتھ دیئے جاتے ہیں وہی .P.T.O رجسٹریشن حاصل ہو جانے کے بعد مسافروں سے ایک لاکھ ۹۰ ہزار سے لے کر دو لاکھ پچاس ہزار اور تین لاکھ روپئے تک وصول کرتے ہیں۔ اور اسی مہنگائی میں دَب کر عام مسلمان جو اپنی نیک اور حلال کمائی سے سفرِ حج ادا کرنا چاہتا ہے وہی حاجی کالا بازاری کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور .P.T.O ٹور اپریٹرس اور اس کا معاون ادارہ اور بھرشٹ ادھیکاری دِن دونی رات چوگنی کمائی کر کے مالا مال ہو رہے ہیں۔ ہر ٹور اپریٹرس کی پراپرٹی، اس کی فیملی ساس، سسر یا سالے، بیوی، بھائی کے ناموں میں پچھلے پانچ سالوں میں ۲۰۰۵ء کے بعد ہر فیملی ممبرس لکھ پتی، کروڑ پتی مہنگی لگزری کار کے مالک بن بیٹھے ہیں۔ اور حج کے نام پر کالا بازاری کی کمائی ہو رہی ہے۔ لہٰذا ہم آپ صاحب سے

گذارش کرتے ہیں کہ ہم نے اس کاروبار کو ۱۹۸۵ء سے دیکھا جانا ہے۔ پہلے کچھ ٹورس آپریٹرس جو سعودی عرب میں اپنے حج مسافروں سے بے ایمانی کر کے بھاگ کھڑے ہوئے ایسے گناہ اور کام کرنے والوں کے لیے سرکار نے قانون بنائے ہیں لیکن اسی قانون کی آڑ میں اس کا غلط استعمال ہو رہا ہے۔

اور اسی ۴۷ ہزار حج مسافر جو .P.T.O کے سرکار الگ ایک کمیٹی حج کمیٹی کی طرح بنا سبسڈی فل فیئر میں حج کا جائز خرچ لے کر حج مسافروں کے سفر کے طریقوں کا انتظام کر کے ایک سینٹرل حج کمیٹی کی طرح ایک الگ کمیٹی بنا دی جائے تو اِن تمام کاموں میں سہولت ہو جائے گی۔ اور کالا بازاری اور دھوکا بازی پر روک لگ سکتا ہے۔ حاجیوں سے مکان کرایہ یا وہاں ملنے والی سہولتوں کا طے شدہ رقم خرچ کے مطابق ایڈوانس لے لیا جائے تا کہ حاجیوں کو دقّت نہ ہو۔ یہی فل پیمنٹ کا بغیر سبسڈی والا حاجی جو ۴۷ ہزار حاجیوں کا .P.T.O کو دیا جاتا ہے اس کا موڈل ایگریمنٹ کنٹرکٹ بیچ کچھ اور بکنگ کے وقت ریٹ کچھ اور ایسے اور کالا بازاری ویزا کوٹہ کا رجسٹریشن پیپر دوسرے رجسٹرڈ ٹور آپریٹرس کو بیچ کر لاکھوں کی کمائی کرنے والے .P.T.O ٹورس آپریٹرس کی کالا بازاری روکنے کے لیے یہ ۴۷ ہزار حاجیوں کا مینجمنٹ سینٹرل حج کمیٹی کو سونپ دیا جائے یا دوسری کمیٹی بنا دی جائے جو بغیر سبسڈی جو ہوائی سفر کا فل فیئر ایرانڈیا، یا سعودی ایئر لائنس کا فل فیئر ریٹ ہو اس ریٹ کے مطابق ۴۷ ہزار حاجیوں کو سفر حج کروا سکے۔ تا کہ حج مسافرین ان .P.T.O کا محتاج نہ بنیں۔ اور ان کی کالی کمائی کا نوالہ نہ بن سکیں۔ اگر یہ کام ہو جاتا ہے تو کالا بازاری اپنے آپ بند ہو جائے گی۔ اور اللہ کے دَر پر جانے والے مہمان کا کچھ پیسہ بچ جائے گا۔ اگر کالا بازاری روکنے کا یہ مشورہ صحیح نہ ہو تو جو پرائیویٹ ٹور آپریٹرس کا ہی رجسٹریشن منظور کر کے اس کے حصّے کا کوٹہ کنٹرکٹ موڈل ایگریمنٹ بونڈ لیٹر کے بعد حج ویزا کوٹہ .P.T.O کو دیا جائے تو اس کا رجسٹریشن جس وقت نیٹ پر یا اخبار میں شائع کریں اس وقت اس کا دیا گیا کنٹرکٹ ریٹ جو حج مسافرین کو لے جانے کے لیے کیا اور جو سہولتیں دے گا وہ بھی ڈکلیئر بھارت سرکار کی طرف سے اخبار، ٹی وی اور نیٹ پر کیا جائے اس میں اسپیشل نوٹس دی جائے کہ ہر حاجی کو اِس ٹراویلس کمپنی یا ٹور آپریٹرس کا جو ریٹ ہو اس ریٹ سے زیادہ قیمت دینا نہیں۔ اگر ٹور آپریٹرس زیادہ سفر خرچ کی مانگ کرے تو منسٹری یا حج کمیٹی کے کمپلین دفتر کا پتہ، فون نمبر، ای میل، آئی، ڈی دی جائے تا کہ عام حاجی اپنی کمپلین زیادہ پیسہ مانگنے پر درج کرا سکے اور دوشی (گنہگار) پانے پر اس کو ڈیفولٹ کر کے اس کی ڈپوزٹ کے طور پر جمع کی گئی رقم کاڑی، ڈی ضبط کر لیا جائے۔ اس قانون یا طریقے سے انشاء اللہ عام حجاج کو فائدہ ہوگا۔ اور وہ کالا بازاری جو .P.T.O کر رہے ہیں۔ اس پر روک لگنے میں کافی کامیابی حاصل ہوگی۔

آخر میں ہم آپ صاحب سے گزارش کرتے ہیں کہ ہمارے اِس مشورے اور کالا بازاری کے شکار ہو رہے حاجیوں کے جذبات کا خیال رکھتے ہوئے اس نیک سفر پر کالا بازاری کر رہے ٹور آپریٹروں یا ان ادھیکاری کا جو فائل منظوری سے لے کر اور ان کے کارناموں کی چوری پکڑی جانے پر بھی ایسے ٹور آپریٹرس پر رحم کی نظر رکھ کر رجسٹریشن دینا اور موڈل ایگریمنٹ لیٹر، کنٹرکٹ لیٹر اایفیڈ یوٹ ہوتے ہوئے بھی ٹور آپریٹرس من چاہی رقم وصول کرتا ہے جس پر کوئی ایکشن نہیں لیتا ہے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کو قانونی اور سخت سزا دی جائے اور اس مشورہ اور خیال کو جو عام جنتا اور حج مسافر ہیں ان تک یہ بات اخبار، ٹی وی، نیوز اور ڈپارٹمنٹ پر ایکشن لے کر مسافروں کو آسانی اور ان کا سفر آسان کر کے خدمت کی جائے۔ اسی اُمید کے ساتھ حج مسافروں کی خواہشات اور مقصد سے بھرا یہ خط پورا کر رہا ہوں۔

یہ گراف ہر ٹور آپریٹرس کا ڈکلیئر ہونا ضروری ہے نوٹس کے ساتھ۔

سلسلہ نمبر	P.T.O ٹور آپریٹر فرم کا نام	حج رجسٹریشن	حاجی کوٹہ کی تعداد	موڈل ایگریمنٹ کنٹریکٹ ریٹ (سفر خرچ) اور حاجی کو دی جانے والی سہولیات

نوٹس: اگر آپ بتائے گئے موڈل ایگریمنٹ کنٹرکٹ ریٹ سے زیادہ روپیہ .P.T.O (حج مسافروں سے) مانگے تو So & So ڈپارٹمنٹ یا دفتر پر .P.T.O کے لائسنس اور رجسٹریشن نمبر کے ساتھ فوراً ای میل یا تحریری شکل میں کمپلین درج کروائیے۔

نوٹ: کنٹرکٹ رقم ریٹ سے زیادہ دوسری کوئی رقم نہیں دینا ہے حاجیوں کو ہم منسٹری حج سیل سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ ہر .P.T.O ٹور آپریٹرس آپ کو موڈل ایگریمنٹ کنٹرکٹ لیٹر اور مکہ اور مدینہ میں جو بلڈنگ رکھ آتا ہے اس کا S.P میں موڈل ایگریمنٹ لیٹر، معلم D.P کا رکارڈ ایئر ٹکٹ دے دیتا ہے اس کے باوجود مشکل سے ایک لاکھ دس ہزار کا خرچ آپ کو حساب اور I.T ریٹرن کے وقت دیتا ہے اور وہ پروفٹ لیول قریب روپیہ ۷۰ ہزار سے ایک لاکھ پچاس ہزار پر پرسنٹ لیتا ہے تو آپ کو کالا بازاری کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ ❑❑

’الفقیہ‘ امرتسر اور تحفظ ختم نبوت

انیسویں صدی کے نصف اوّل میں امرتسر پنجاب سے جاری اخبار ہفت روزہ الفقیہ‘ اپنے زمانے کا نہایت مقبول اور ہردلعزیز صحافتی آرگن تھا۔ ’الفقیہ‘ کے ذریعے اسلام و سنت اور سوادِ اعظم کی تبلیغ و اشاعت کے ساتھ ردّ فرق و مذاہبِ باطلہ میں نمایاں اور ہمہ گیر خدمات انجام پذیر ہوئیں، جس کی وجہ سے آج بھی یہ اخبار تاریخ اہل سنت کا ایک اہم ریکارڈ اپنے دامنِ اشاعت میں محفوظ کیے ہوئے ہے۔
بڑی خوشی ہوئی کہ محترم ثاقب رضا قادری (پاکستان) نے اس کے دستیاب شماروں سے قادیانیت کے ردّ اور تحفظ ختم نبوت کے باب میں اس کے کردار کا بڑی بصیرت اور تلاش و تتبع سے جائزہ لیا ہے۔ اس ماہ بطور خصوصی موضوع اسے شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

فتنۂ مرزائیت اور ہفت روزہ اخبار ’الفقیہ‘ امرتسر

محمد ثاقب رضا قادری☆

تعارف الفقیہ:

اخبار الفقیہ [امرتسر] سرزمین پنجاب سے جاری ہونے والا واحد سنی اخبار تھا جس کا حلقۂ قارئین ہندوستان بھر کے علاوہ مشرق میں بنگال، برما، سری لنکا اور مغرب میں ریاست ہائے بہاول پور اور بلوچستان کے دُور اُفتادہ قصبوں تک وسیع تھا۔ ہندوستان بھر میں جنم لینے والی ملکی، صوبائی، علاقائی، سماجی، فلاحی، سیاسی، مذہبی تنظیموں تحریکوں اور انجمنوں کے اغراض و مقاصد و سرگرمیوں کے نشر و ابلاغ میں ربع صدی سے زائد [تقریباً35 برس تک] بھرپور کردار ادا کرنے والا یہ اخبار 5 جولائی 1918 میں حکیم معراج دین امرتسری کی زیرادارت جاری ہوا۔ ریکارڈ کی درستگی کے لیے یہاں یہ وضاحت کرنا مناسب ہے کہ الفقیہ کے پہلے شمارہ پر تاریخ اشاعت 5 جولائی 1918ء درج ہے جب کہ کچھ عرصہ بعد جب رسالہ کے سرورق پر تاریخ اجرا درج کرنے کا سلسلہ شروع ہوا تو اس پر 7/ جولائی 1918ء تحریر ہے جو کہ یقیناً سہو ہے۔ کیونکہ ’الفقیہ‘ اپنے اجرا سے 20/ مئی 1924ء تک ہر ماہ کی 5 اور 20 تاریخ کو شائع ہوتا رہا، یکم جون 1924ء سے ہفتہ وار اشاعت کا سلسلہ شروع ہوا۔ [بحوالہ الفقیہ 20/ مئی 1924ء]

’الفقیہ‘ کی ضرورت و افادیت کے پیش نظر اکابر اہل سنت نے اس کی سرپرستی قبول کی، چنانچہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی نے مدیر الفقیہ کے نام مکتوب تحریر فرمایا: ’الفقیہ‘ کو سنیت کا ترجمان قرار دیا اور اپنے خاندان کے بارہ افراد کے نام اس کا اجرا کروایا۔ [الفقیہ، 5/ اکتوبر 1918ء]

امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری نے جو کہ الفقیہ کے مالک و مدیر حکیم معراج دین صاحب کے شیخ طریقت بھی تھے۔ نہ صرف الفقیہ کی سرپرستی قبول فرمائی بلکہ اپنے مریدین، محبین، متعلقین کو بایں الفاظ ’الفقیہ‘ کو خریدنے اور پڑھنے کی ہدایت کی:

”فقیر کے یاران طریقت میں جو آدمی اردو پڑھ سکتا ہے اُسے لازم ہے کہ اخبار الفقیہ اور رسالہ انوار الصوفیہ ضرور خرید کر پڑھے اور جو اردو پڑھنے والا ان دونوں پرچوں کو نہ خریدے اور نہ پڑھے اس کو فقیر سے کوئی تعلق نہیں۔“ [الفقیہ، 5/ جون 1919ء]

مولانا غلام احمد اخگر امرتسری رحمۃ اللہ علیہ جو کہ مدیر ’الفقیہ‘ کے پیر بھائی اور امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کے خلیفہ مجاز تھے اور ’الفقیہ‘ کے اجرا سے قبل امرتسر سے ہی ایک ہفت روزہ اخبار ’اہل فقہ‘ نکالا کرتے تھے اس کے علاوہ ایک رسالہ نعتیہ ادب کے فروغ کے لیے بنام ’گلستان رحمت‘ بھی نکالا کرتے تھے۔ تاحیات حکیم معراج دین صاحب کے ممدو معاون رہے اور آپ کے علمی و تحقیقی مضامین کی بدولت الفقیہ کی مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔ مولانا اخگر کا وصال 15/ اگست 1927ء کو ہوا، مفتی غلام رسول قاسمی امرتسری نے نماز جنازہ پڑھائی۔ [عقیدۂ ختم نبوت، جلد13، ص:439]

فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی☆ مولانا امام الدین کوٹلوی☆، مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی [ابن فقیہ اعظم]، قاضی فضل احمد نقشبندی لدھیانوی، مفتی غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری، محقق و مدقق مولانا محمد عالم آسی

☆ایم اے علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی

امرتسری، مفتی حشمت علی خان بریلوی، سید محمد میاں قادری مارہروی، مفتی عبدالمتین بہاری، مولوی سید عمر کریم صاحب پٹنوی، مولانا خیر شاہ صاحب واعظ اسلام، مولوی پیر سلام دین صاحب، مولانا محمد مصطفی حیدرآبادی، ابوالحامد محمد احمد علی اعظمی مئوی، مولانا نور محمد نقشبندی مرتضائی، مولانا امام الدین رام نگری وغیرہم ایسی علمی شخصیات کے علمی و تحقیقی مقالات وفتاوی الفقیہ کی زینت بنتے رہے، خاص طور پر فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات- کہ الفقیہ کا شاید ہی کوئی ایسا شمارہ ہو جو فقیہ اعظم کی تحریر سے خالی رہا ہو۔ الفقیہ کی تشہیر واشاعت کے لیے فقیہ اعظم اپنی تقریر کے آخر میں لوگوں کو الفقیہ کا سالانہ خریدار بننے کی ترغیب بھی دلاتے۔[تذکرہ فقیہ اعظم از ڈاکٹر مجیب احمد، ص: 71]

اخبار الفقیہ کو اپنی تمام عمر مالی مشکلات کا سامنا رہا، بارہا قارئین اور صاحب ثروت حضرات سے تعاون کی اپیلیں کی گئیں۔ انہی مالی مشکلات کے سبب کبھی کبھار اخبار ہفت روزہ کی بجائے پندرہ روزہ شائع ہوتا، قارئین 'الفقیہ' کے پُرزور اصرار کے باوجود الفقیہ کی روزانہ اشاعت ممکن نہ ہو سکی۔ تقسیم ہند کے بعد حکیم صاحب کو تمام مال جائداد چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑی، نادر و نایاب کتب پر مشتمل لائبریری بھی امرتسر ہی میں رہ گئی [جس کے ضیاع کا حکیم صاحب کو بہت قلق رہا]۔ الفقیہ کے بغیر آپ خود کو ادھورا سمجھتے تھے چنانچہ آپ نے حکومت پاکستان سے الفقیہ کے اجرا کے لیے ڈیکلریشن کے حصول کی سرتوڑ کوشش کی اور بالآخر 7/اگست 1948ء کو گوجرانوالہ سے الفقیہ [پندرہ روزہ] کا اجرا کیا، لیکن تین ماہ بعد ہی 9/نومبر 1948ء کو آپ کا وصال ہو گیا۔ آپ کے وصال کے بعد کچھ عرصہ تک آپ کے صاحب زادہ مولانا فیاض الدین نے رسالہ [پندرہ روزہ] جاری رکھا پھر دوسرے صاحب زادہ عیاض الدین احمد نے ادارت کا منصب سنبھالا اور سلسلہ اشاعت ماہوار کر دیا مگر مالی مشکلات کے سبب ماہوار اشاعت بھی ممکن نہ رہی اور بالآخر 1952ء میں صحافت کا یہ درخشندہ ستارہ ڈوب گیا۔

تعارف مدیر الفقیہ :

حکیم معراج دین امرتسری بھی علمی لحاظ سے ایک ممتاز شخصیت کے حامل تھے، تصنیف وتالیف سے کافی شغف رکھتے تھے، آپ نے ارائیں قوم کی تاریخ پر ایک مبسوط کتاب بنام 'تاریخ ارائیاں' تحریر فرمائی، ہندبھر کے ارائیوں کو متحرک ومنظم کرنے کے لیے آپ نے 'انجمن راعیانِ ہند' قائم کی جس کے تحت ملک بھر میں ارائیں قوم کے اجلاس منعقد ہوتے رہے، اس انجمن کے تحت ایک رسالہ 'الراعی' بھی جاری کیا۔

صحافتی میدان میں سنیت کی ترجمانی کرنے میں حکیم صاحب کا کلیدی کردار رہا، آپ نے کئی اخبار ورسائل کا اجرا کیا چنانچہ الفقیہ کے علاوہ اخبار ہنٹر، اخبار جماعت، المعین، الراعی، کامریڈ اور ایک ماہوار رسالہ 'حنفی' جاری کیا۔

حکیم معراج دین امرتسری ابن حکیم محمد ابراہیم 7/اپریل 1886ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے اور 9/نومبر 1948ء کو لاہور میں تقریباً 63 برس کی عمر میں وصال فرما گئے، آپ کو لاہور کے تاریخی قبرستان 'میانی صاحب' میں دفن کیا گیا۔

14/اگست 1996ء میں تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ لاہور نے آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے 'تحریک پاکستان گولڈ میڈل' دیا جو کہ آپ کے صاحبزادے مولانا فیاض الدین احمد نے وصول کیا۔ [تحریک پاکستان اور علمائے کرام از صادق قصوری، ص:155]

الفقیہ اور فتنۂ مرزائیت:

الفقیہ کے اغراض ومقاصد مندرجہ سرورق میں سے پہلا مقصد یہ ہے:
''اہل اسلام کی عموماً اور اہل فقہ کی خصوصاً حمایت کرنا۔''

بعد میں مزید اغراض ومقاصد کا اضافہ کیا گیا جن میں سے ایک یہ بھی ہے:
''فرقہ ہائے ضالہ جدیدہ کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دینا۔''

چنانچہ ان مقصد کی بجا آوری میں الفقیہ نے اپنے دور کے ہر فتنہ پر کڑی نگاہ رکھی اور جرأت وشدت سے اس کا احتساب کیا۔ حصول مقاصد میں الفقیہ کی سنجیدگی کا اندازہ اس اشتہار سے لگایا جا سکتا ہے:

''اخبار الفقیہ کے لیے ایک ایسے ایڈیٹر کی ضرورت ہے جو وہابیوں اور غیر مقلدوں، مرزائیوں اور چکڑالویوں غرض یہ کہ مخالفین اہل سنت و جماعت کے ہر فرقہ ہائے باطلہ کا دندان شکن جواب متانت سے دے سکتا ہو، تحریر اور تقریر میں زبردست ہو۔ علم مناظرہ سے واقف ہو جو مفتی کا کام بھی (انجام) دے سکتا ہو'' [الفقیہ، 14/نومبر 1936ء]

فتنۂ مرزائیت انیسویں صدی میں انگریزوں کے ایما پر ظاہر ہوا اور رفتہ رفتہ اس کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ علمائے اہل سنت نے اس کی سرکوبی کے لیے تحریر وتقریر دونوں میدانوں میں بھرپور جدوجہد کی۔ سب سے اول مرزا قادیانی پر مبسوط فتویٰ کفر کا اعزاز مولانا غلام دستگیر قصوری کے سر ہوا جنہوں نے 1883ء میں 'تحقیقات دستگیریہ در ردہفوات براہینیہ' تحریر فرمائی، بعدازاں اس کا عربی خلاصہ بنام 'رجم الشیاطین برداغلوطات البراہین' کیا اور علمائے حرمین شریفین سے تصدیقات حاصل کیں، اسی فتویٰ کی بدولت علمائے حرمین شریفین فتنۂ مرزائیت سے آگاہ ہوئے۔

مرزائیت کے رد میں پیش پیش دیگر علما ومشائخ اہل سنت میں پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، امام احمد رضا خان

فاضل بریلوی، مولانا انواراللہ فاروقی حیدرآبادی، مولانا محمد عالم آسی امرتسری، پروفیسر محمد الیاس برنی، قاضی فضل احمد نقشبندی لدھیانوی، مولانا حامد رضا خان بریلوی، مولانا ابو یوسف شریف کوٹلوی وغیرہم ایسے اکابر کے اسما نمایاں ہیں۔ مولانا حسن رضا خان بریلوی نے رد قادیانیت میں سب سے اول ماہوار رسالہ بنام 'قہرالدیان علی مرتد بقادیان' [۱۳۲۳ھ بمطابق 1905ء] جاری کیا۔

الفقیہ نے اپنے دور میں فتنۂ مرزائیت کی کارروائیوں پر کڑی نگاہ رکھتے ہوئے ہر لحاظ سے اس کا رد کیا۔ ہم ذیل میں الفقیہ میں شائع ہونے والے مقالات/اعلانات/خبریں متعلقہ فتنۂ مرزائیت کی صرف فہرست پیش کرنے پر اکتفا کر رہے ہیں اگر ان مضامین کا مختصر تعارف بھی پیش کیا جائے تو یہ مضمون بہت زیادہ طویل ہو جائے گا، تاہم اس فہرست کا بغور مطالعہ کرنے سے قارئین کرام کو الفقیہ کے کردار کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔

خیال رہے کہ پیش نظر فہرست الفقیہ کے تمام ریکارڈ کی فہرست نہیں بلکہ جو ریکارڈ ہم کو دستیاب ہو سکا [تقریباً 26 سال] کی فہرست ہے۔ فہرست سازی کرتے ہوئے ہم نے متعدد اقساط میں شائع ہونے والے مضامین کو ایک ہی بار ذکر کیا ہے اور اشاعتی تفصیلات میں تواریخ اشاعت درج کر دی ہیں۔ فہرست بناتے ہوئے ترتیب وار تاریخ اشاعت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

مقالات

نمبر شمار	عنوان	مصنف	تفصیل اشاعت
1	مرزا قادیانی اور نبوت	محمد بہاء الحق قاسمی	20 جنوری 1919
2	مرزائیوں سے سوال	محمد بہاء الحق قاسمی	20 جنوری 1919
3	مرزائے قادیانی اور ختم نبوت	مولانا غلام احمد اخگر امرتسری	20 جنوری، 5 فروری، 20 فروری، 5 اپریل، 5 جولائی، 20 جولائی، 5 ستمبر، 5 اکتوبر، 20 اکتوبر، 20 نومبر، 20 دسمبر 1919 ، 5، 20 جنوری، 5، 20 فروری، 20 اپریل، 5 مئی 1920
4	جناب خلیفۃ المسیح جواب دیں	حکیم دل برحسن خان بھٹی، پٹیالہ	5 مارچ 1919
5	مرزا صاحب اور اسلام	مولانا غلام احمد اخگر امرتسری	5 اگست 1919
6	وہابی+مرزائی= دجال اکبر	درج نہیں	20 دسمبر 1921
7	مسیح کا شجرہ نسب	حبیب اللہ، کلرک- امرتسر	20 جون، 7 اگست 1921
8	ارتیاب القادیانی فی معراج جسمانی ونزول مسیح ربانی	محمد شریف نصیب قریشی	20 مئی 1921
9	مرزا کی جماعت اور مذہبی اختلاف	مولانا غلام احمد اخگر امرتسری	20 جولائی 1920
10	مینڈکی کو بھی لوز کام ہوا	مولانا غلام احمد اخگر امرتسری	20 جولائی 1920
11	تبھلق القادیانی فی فتوی تکفیر علی مسیح ربانی	محمد شریف نصیب قریشی	20 جولائی 1920
12	اثبات قرآن درحیات مسیح ربانی	محمد شریف نصیب قریشی	5 اگست 1920
13	قول صائب- منظوم	نام درج نہیں- متخلص بہ سعدی	5 جنوری 1920
14	رسول قادیانی کو پھر الہام ہوا- منظوم	نام درج نہیں- متخلص بہ سعدی	5 جنوری 1920
15	خاتم النبیین	مولوی سید فتح علی شاہ حنفی قادری، سیالکوٹ☆	20 جنوری 1923
16	بانگ بے ہنگام- منظوم	درج نہیں	20 مارچ 1923
17	الفضل، قادیان سے ایک سوال	عبدالرحمٰن افضل آبادی، مدرس کوٹ رادھا کشن	5 مارچ 1924
18	محمدی بیگم کی پیش گوئی اور مرزا قادیانی	مولانا غلام احمد اخگر امرتسری	5 اپریل 1924
19	اسلام کی فتح اور مرزائیت کی شکست	درج نہیں	5 اپریل، 20 اپریل 1924
20	ختم نبوت اور قادیانی امت	درج نہیں	21 جون 1924

21	مرزائیوں میں کٹا چھنی	درج نہیں	14 اگست 1924
22	کیا مرزا صاحب نے دعوی نبوت نہیں کیا	محمد سعید	14 ستمبر 1924
23	اسلامی حکومت اور فتنۂ مرزائیت	ارکان انجمن حفظ المسلمین، امرتسر	7 اکتوبر 1924
24	مرزائیوں کا بدترین دشمن یا بہترین دوست	مولانا غلام احمد اخگر امرتسری	21 اکتوبر 1924
25	مرزائی لغویات	مولانا غلام احمد اخگر امرتسری	7 نومبر 1924
26	عمر مرزا غلام احمد قادیانی	حبیب اللہ کلرک، نہر اپر باری دواب، امرتسر	7 نومبر 1924
27	نعمت اللہ مرزائی کی سنگ ساری پر امیر جماعت لاہوری پارٹی کا پمفلٹ	درج نہیں	14 نومبر 1924
28	محمدی احمدی	مولانا غلام احمد اخگر امرتسری	14 دسمبر 1924
29	بانگ بلال-چیلنج خلیفہ المسیح مرزا محمود قادیانی خلف مرزا غلام احمد قادیانی	سلطان احمد خان بریلوی	21 جنوری 1925
30	نعمت اللہ مرزائی کی سنگ ساری	سلطان احمد خان بریلوی	21 فروری 1925
31	قادیانی اعتراض کا جواب	عبدالعزیز فیض پوری، شیخوپورہ-پنجاب	14 مارچ 1925
32	اخبار صدائے مسلم، کان پور اور زمیندار	درج نہیں	7 اگست 1925
33	قادیانی کذب بیانی	احمد دین از کوٹلی	14 مارچ 1926
34	طاعون کا قادیانی علاج	محمد بہاء الحق قاسمی	7 جون 1926
35	ہندوستان میں مرض طاعون-مرزا قادیانی کی کذب بیانیاں	محمد بہاء الحق قاسمی	14 جون 1926
36	اعراض عن احد الحق-وہابی اور قادیانی کی ہم زبانی	ابوالکوثر بارہ بنکوی	14 جولائی 1926
37	پنجۂ صابری یا قادیانی علما کی خدمت میں پانچ سوالات مع ضمیمہ	محمد حسین صابری کوتوالی، بریلی	14 ستمبر 1926
38	مخزن رحمت بر قادیانی دعوت	درج نہیں	28 ستمبر 1926
			28 نومبر 1926
39	حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں	مولوی سید کرم حسین شاہ ساکن چوہا سیدن شاہ	14 فروری 1927
40	کیا مرزا قادیانی نے دعوی نبوت نہیں کیا؟ لاہوری مرزائیوں کے مکائد پر نظر	محمد بہاء الحق قاسمی سابق مدیر القاسم، امرتسر	21 دسمبر 1926، 7، 21، 28 جنوری، 28 مارچ 1927
41	مدقق بجواب محقق-مرہم عیسی کی حقیقت کا انکشاف، جناب مرزا قادیانی کا مذہب	حبیب اللہ کلرک، دفتر نہر، امرتسر	14 جنوری 1927
42	ختم نبوت	مولانا سید علی شاہ صاحب ڈومیل ضلع جہلم	21 اپریل 1927
43	قہر یزدانی بر خرمن قادیانی	مولوی سید کرم شاہ ساکن چوہا سیدن شاہ	21 اپریل 1927
44	مرزا قادیانی غیر مقلد تھے-مولوی ثناء اللہ غور سے پڑھیں	محمد بہاء الحق قاسمی سابق مدیر القاسم، امرتسر	21 اپریل 1927
45	صوفیہ عظام وعلمائے کرام پر دعوی	درج نہیں	28 اپریل 1927
46	لاہوری مرزائی قادیانی پارٹی سے زیادہ خطرناک ہیں	عبدالخالق نقشبندی	21 نومبر 1927
47	اتباع قرآن وسنت اور اہل سنت وجماعت	ابوالبیان محمد عبدالحفیظ قادری حنفی سنی انولوی بریلوی، مدرس ومبلغ انجمن حنفیہ شہر قصور	14 جنوری، 7 فروری 1928
48	قادیان کے فتنہ کی حقیقت	درج نہیں	28 فروری 1928

28اپریل،7،21،28مئی1928	درج نہیں	عقائد مرزا قادیانی-جو اس کی کتابوں سے اخذ کیے گئے ہیں	49
7جولائی1928	مولوی حبیب اللہ صاحب امرتسری	میاں محمود احمد صاحب قادیانی کے عقائد	50
14جنوری1929	حبیب اللہ کلرک، امرتسر	مرزا قادیانی کی تردید بطرز جدید	51
21مارچ1929	مولانا محمد عالم آسی امرت سری	ایک شبہ اور اس کا دفع	52
21اپریل1929	حافظ بشیر احمد-ڈیرہ غازی خان	الاحسان والکرم بہ بیان قادیانی دھرم	53
14جولائی1929	درج نہیں	قادیانی ڈھول کا پول	54
14جولائی،7،14،28ستمبر1929	مولانا محمد ابراہیم صاحب کانٹھوی لکھنوی	دلائل ختم نبوت فی تردید اجرائے نبوت	55
21نومبر1929	محمد یوسف جمعیت خان پیش امام مسجد روزیل موریشس	انصاف کی ضرورت ہے	56
21،28جنوری1930	مولانا محمد کرم الدین دبیر	مرزائیت کا جال	57
28مارچ،7اپریل1930	قاضی فضل احمد نقشبندی	اباطیل مرزائیہ	58
21اپریل1930	شیخ محمد فیصل	مرزائیوں کے خلیفۃ المسیح کے ارشادات مسلمانوں کے متعلق	59
7مئی1930	مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی قادری	عملہ مباہلہ اور قادیانی مظالم	60
21مئی1930	حبیب اللہ کلرک	تقدیس حضرت مسیح رسول ربانی از طعن مرزا غلام احمد قادیانی	61
28مئی1930	حبیب اللہ کلرک	باپ اور بیٹے میں روحانی جنگ-تردید میاں محمود احمد قادیانی مرزا غلام احمد کی زبانی	62
14جون1930	حبیب اللہ کلرک	اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح	63
21جون1930	حبیب اللہ کلرک	قادیانی خبط العشواء	64
28جون1930	مولانا سراج احمد صاحب لاہوری	مذہب اسلام میں قادیانی عقائد کی نجاست	65
28جون1930	مولانا محمد ابراہیم صاحب کانٹھوی لکھنوی	خلیفہ قادیان اور تفسیر نویسی کا چیلنج-منظوری چیلنج کا دوبارہ اعلان	66
7جولائی1930	حبیب اللہ کلرک	عمر مرزا صاحب قادیانی اور علما مرزائیہ کی پریشانی	67
21جولائی،7اگست1930	درج نہیں	گول میز کانفرنس اور قادیانی خلیفہ-گورنمنٹ کو ضروری انتباہ	68
7اگست1930	درج نہیں	مرزائی امت کی موجودہ سیاسی سرگرمیوں کا مقصد کیا ہے؟	69
7اگست1930	درج نہیں	گول میز کانفرنس میں مرزائیوں کی نمائندگی کا فتنہ	70
21،28اکتوبر1930	حبیب اللہ کلرک	مرزا قادیانی اور اس کی کذب بیانی-حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں نہیں	71
28اکتوبر1930	مولانا محمد ابراہیم صاحب کانٹھوی لکھنوی	مرزائیوں کی چالاکی-جلسہ ہائے سیرت الرسول اور الفضل کا خاتم النّبیین نمبر	72
7نومبر1930	درج نہیں	قادیانیوں کے زہریلے عقائد	73
14نومبر1930	حبیب اللہ کلرک	مرزا غلام احمد قادیانی کے چھ جھوٹ	74
14نومبر1930	درج نہیں	اخبار مباہلہ کا مقدمہ قتل	75
21دسمبر1930،14،21،28جنوری،21، 28فروری،7،14،28مارچ1931	ح-م، ایم اے	مرزا کے قصیدہ اعجازیہ پر ایک سرسری نظر	76
21مارچ1931	حبیب اللہ کلرک	حضرت عیسیٰ ابن مریم بن باپ	77
7مئی1931	درج نہیں	ضمیمہ کاویہ نمبر اول	78
7مئی1931	درج نہیں	راز کھل گئے اور اصل حقیقت ظاہر ہوگئی	79

28 مئی، 7، 14، 21 جون 1931	قاضی فضل احمد نقشبندی	ضیائے ایمان نمبر۲ بجواب ندائے ایمان نمبر۲ - قادیانی ایمان	80
28 مئی 1931	درج نہیں	مدرسہ نعمانیہ لاہور کے ماہواری رسالہ کا ریویو-الکاویہ علی الغاویہ پر	81
28 جون 1931	درج نہیں	ضمیمہ کاویہ نمبر دوم	82
7 اکتوبر 1931	قاضی سراج احمد، ناظم رسالہ تائید الاسلام اچھرہ متصل لاہور	مذہب اسلام میں قادیانی عقائد کی نجاست	83
21 اکتوبر 1931	مبارک علی سیالکوٹی	مرزائے قادیانی کی اصلیت	84
7، 14، 28 نومبر، 21 دسمبر 1931	مولانا محمد بشیر صاحب کوٹلوی	ختم نبوت	85
7، 28 جنوری، 7 فروری 1933	درج نہیں	نائر؟ الجسان علی مصباح القادیان	86
21 جنوری 1933	مولانا محمد بشیر صاحب کوٹلوی	قادیانی آئینہ	87
14 فروری 1933	شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی	مرزائیوں کی ہندو پرستی	88
21 فروری 1933	شیخ عبداللہ صاحب فائق کرتپوری، کراچی	متنبیّ قادیان اور مسیح ایران کا باہمی موازنہ	89
28 فروری 1933	ماسٹر محفوظ خان صاحب ضلع روہتک	اخبار پیغام صلح کا علمائے کرام پر بے باکانہ حملہ	90
7 مارچ 1933	ظہور احمد بگوی	فتنہ قادیان-کشمیر میں سیلاب ارتداد	91
14، 21 مارچ 1933	مولانا محمد ابراہیم صاحب کانٹھوی	کرشن ثانی منشی غلام احمد قادیانی اور کرشن اول کی نبوت میں سلسلہ جنبانی	92
28 مارچ، 7 اپریل 1933	درج نہیں	گورونانک اور قادیانی جٹّیا	93
21 اپریل 1933	درج نہیں	قادیانیوں میں ایک اور نبی	94
7 مئی 1933	یوسف طاہر	مرزائیوں کی کذب بیانی	95
21، 28 مئی 1933	مفتی محمد نظام الدین ملتانی	سوال و جواب	96
7، 21 جولائی، 7، 14 اگست 1933	درج نہیں	تبلیغ اسلام کے رنگ میں مرزائیت	97
7 جولائی 1933	مولوی سید احمد صاحب ہزاروی	استفتا مرزائیہ قادیانیہ وہابیہ دیوبندیہ کے کافر و مرتد ہونے پر	98
14 اگست 1933	درج نہیں	ایک قابل توجہ عرض داشت	99
14 اگست 1933	سید عنایت شاہ مہتمم اعلی روزنامہ سیاست، لاہور	تحریک قادیان-یہ عقیدہ ہمارے لیے کیوں قابل قبول نہیں	100
21، 28 اگست، 7، 14 ستمبر 1933	مولانا ابو یوسف شریف کوٹلوی	اظہار حقیقت مرزائیت بجواب حقیقت احمدیت	101
28 نومبر 1933	محمد عبدالعزیز صاحب شیدا چشتی	الہام مرزا قادیانی-خلاف آیات قرآنی	102
7 دسمبر 1933	ابو المحامد سید احمد علی اعظمی	قصبہ مئو میں نبوت کی تخم ریزی	103
14 جنوری 1934	سید عبدالشکور نقشبندی، روہتک	کاویہ علی الغاویہ کے متعلق ایک تازہ ترین شہادت	104
21 جنوری 1934، 21 اگست 1943	مفتی عبدالمتین بہاری	اظہار حقیقت	105
28 جنوری 1934	درج نہیں	مسیح الارض القادیانی اور موسی علیہ السلام کی زندگانی جاودانی	106
7 فروری 1934	مولانا محمد بشیر صاحب کوٹلوی	قادیانی نبی	107
14 فروری 1934	درج نہیں	مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی اور مولوی ثناءاللہ صاحب ایں جہانی	108
28 فروری، 7، 14، 21 مارچ، 7، 14، اپریل، 7، 14 مئی 1934	درج نہیں	تنقیدات نادر شاہیہ پر تبلیغات مذہب مرزائیہ	109
7 مارچ 1934	مفتی عبدالمتین بہاری	مرزائیوں کے خیالات کی تردید	110
21 مارچ 1934	درج نہیں	قادیانی فریب کا جواب	111

1934 اپریل 7	درج نہیں	مرزائی تبلیغ کے مقابلہ پر اسلامی جدو جہد	112
28 اپریل، 7 مئی 1934	قاضی فضل احمد نقشبندی	مرزائی علما کے خارنامے بجواب علمائے سوء کے کارنامے	113
7 مئی 1934	درج نہیں	مرزائے قادیانی کے ساتھ ایک اٹالین لیڈی کا فرار	114
21 مئی 1934	حکیم حفیظ صاحب رامپوری	احقاق حق بجواب اشتہار دعوت حق	115
7 جون 1934، 14 جون 1938	مولانا محمد بشیر صاحب کوٹلوی	مرزا صاحب قادیانی نبی کیوں بنے؟	116
21 جولائی 1934	محمد سالار الدین صاحب، بنگلور	کفریات مرزا قادیاں	117
28 جولائی 1934	درج نہیں	مرزا جی کی نبوت سے انکار	118
7 اگست 1934	درج نہیں	تحفۂ قادیاں	119
7 اگست 1934	درج نہیں	براہین احمدیہ کے ڈھول کا پول	120
21 ستمبر 1934	درج نہیں	پرچہ چہارم بر مرزا قادیان	121
21 نومبر 1934	مولانا حفیظ رامپوری	ہدایت ہائے حقانی بوکیل مرید مرزا قادیانی - مباحثہ حق نما باوکیل بندہ سمیعی قادیانی	122
7 فروری 1936	مولوی حبیب اللہ امرتسری	حضرت عیسی بن مریم کی آمد ثانی - حضرت مجدد الف ثانی کی زبانی	123
7 فروری 1936	درج نہیں	تبلیغ مرزائیت کا ڈھونگ -- مرزائی تائب ہو رہے ہیں	124
7 مارچ 1936	درج نہیں	جھوٹے نبیوں کی فہرست	125
28 مارچ 1936	درج نہیں	خاتم النّبیین کے معنی	126
21 اپریل 1936	درج نہیں	ایک مسلمان اور ایک مرزائی کی باہمی گفتگو	127
28 اپریل 1936	حبیب اللہ امرتسری	بشارت احمد صلی اللہ علیہ وسلم	128
28 اپریل 1936	حبیب اللہ امرتسری	ختم نبوت	129
7 مئی 1936	حبیب اللہ امرتسری	حضرت عیسی بن مریم کی آمد ثانی - حضرت محی الدین ابن عربی کی زبانی	130
7 جولائی 1936	محمد دین، بانی حزب الاحناف ہند لاہور	مولانا غلام مرشد صاحب کے حامی مرزائی	131
7 جولائی 1936	محمد دین، بانی حزب الاحناف ہند لاہور	مولانا غلام مرشد صاحب سے چند سوالات	132
28 جولائی 1936	درج نہیں	مرزائی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں ہوسکتا	133
14 اگست 1936	درج نہیں	مولانا غلام مرشد اور حیات مسیح	134
14 اگست 1936	مولانا ڈلہوزی	مولوی ابوالکلام آزاد اور احمدیت	135
28 اگست، 7، 14، 21 ستمبر، 7 اکتوبر 1936	مولوی عظیم صاحب حیدر آباد دکن	خاتم النبیین - ایک دل چسپ مذہبی مکالمہ	136
7، 14، 21 جنوری 1938	مولوی عبد الواحد صاحب رام پوری	رد قادیانی مسمی بہ اسم تاریخی تحریفات اصحاب قادیانی	137
14 جنوری 1938	درج نہیں	ریویو - توضیح الکلام فی اثبات حیات عیسی علیہ السلام	138
14 مارچ 1938	مولانا عالم آسی امرتسری	فقرہ سمع اللہ لمن حمدہ اور اس کی مشرکانہ تشریح	139
28 اپریل 1938	درج نہیں	تردید مرزا صاحب قادیانی - مرزائی علما کی زبانی	140
28 جولائی 1938	مولانا محمد بشیر کوٹلوی	قادیانی نبی	141
28 جنوری 1939	درج نہیں	ابطال مرزا	142
28 فروری، 7، 14 مارچ، 7 اپریل 1939	مولوی عبد الواحد صاحب رام پوری	تحریفات قادیانی	143

28 جون، 7 جولائی، 28 ستمبر، 7 دسمبر 1939	آسی	مرزائیت اور اہل اسلام میں فرق	144
28 جولائی 1939	مومن سرحدی	مرزا غلام احمد قادیانی اور عنایت اللہ مشرقی	145
7 جنوری 1941	مولانا محمد مظہر الدین صاحب خطیب جامع مسجد گورداسپور	نزول مسیح اور مرزا صاحب قادیانی	146
14 جنوری 1941	مولانا مہر الدین صاحب مدرس، لاہور	مرزا قادیانی کا دعوی نبوت بالاستقلال	147
21 جنوری 1941	مولانا مہر الدین صاحب مدرس، لاہور	مرزا صاحب کا مسلمانوں کے متعلق حکم	148
7، 14 فروری 1941	مولانا مہر الدین صاحب مدرس، لاہور	مرزا صاحب قادیانی کے اخلاق	149
21 فروری، 7 اپریل 1941	مولانا مہر الدین صاحب مدرس، لاہور	مرزا قادیانی کے اقوال میں تناقض	150
7 مارچ 1941	حکیم معراج دین امرتسری	قادیانی اور امرتسری تقدس	151
7 جون 1941	مولانا مہر الدین صاحب مدرس، لاہور	مرزا صاحب کے جھوٹ	152
7 جنوری 1942	محمد علم الدین چشتی صابری، مدراس	مرزائی مشن۔ختم نبوت	153
7، 14، 21 فروری 1942	مولانا عبد الحکیم پشاوری	اکفار المتاولین فی ضروریات الدین	154
7 مارچ 1942	محمد علم الدین چشتی صابری، مدراس	مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کا آسمانی نکاح	155
21 جون، 7، 14 جولائی، 14 ستمبر، 7 اکتوبر، 14، 21 نومبر 1942	عزیز الدین حنفی قادری	فتنۂ مرزائیت	156
21 اگست 1942	محمد مہر الدین صاحب۔سابق اڈیٹر اسلام، امرتسر	مرزا صاحب قادیانی کا ایک غور طلب فتوی	157
14 ستمبر 1942	قاضی عبد الرحمان صاحب پٹیالوی	تردید وتکذیب مرزائیات۔چاند گرہن رمضان میں	158
7 جنوری 1943	قاضی فضل احمد نقشبندی	استفسارات الھیہ بجواب استفسارات متعلقہ مسائل شرعیہ	159
7 مئی 1943	مولوی سید کرم حسین شاہ، سیکرٹری انجمن اہل سنت و جماعت دوالمیال ضلع جہلم	مرزائیوں سے بحث کرنے کا گر	160
21 اگست 1943	حکیم محمد غوث سیکرٹری جامع مسجد شیمگہ	قادیانیوں کی غلط بیانیوں کا جائزہ	161
7 جولائی 1946	ابو الضیاء سلطان احمد	قادیانیوں کے عقائد کا مختصر نمونہ	162
21 ستمبر 1946	درج نہیں	اسمہ احمد سے کون مراد ہے	163
7 ستمبر 1948	سید محمود احمد رضوی	قادیانی مشن مذاہب باطلہ	164
21 ستمبر 1948	سید محمود احمد رضوی	مذاہب باطلہ	165
21 ستمبر، 7 اکتوبر 1948	مولانا رمضان جھنگوی نقشبندی جماعتی	مرزائی اور اسلامی شریعت	166
21 اپریل 1949	درج نہیں	مرزائیوں کی شاطرانہ چالیں	167
اپریل 1950	درج نہیں	قادیانی اچھوتوں کی مکاریاں	168

نوٹ: ان تمام مضامین کو ادارہ تحفظ عقائد اسلامیہ [کراچی-پاکستان] مرتب کر کے شائع کرنے کا عزم رکھتا ہے۔تحفظ ختم نبوت کے حوالے سے ادارہ کی خدمات لائق ستائش ہیں، ادارہ نے بہت کم مدت میں اکابرین اہل سنت کے تحقیقی لٹریچر متعلقہ ختم نبوت وتردید قادیانیت کی 15 ضخیم جلدیں شائع کی ہیں اور مزید سفر جاری ہے۔اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ اس ادارہ کے بانی شاہین ختم نبوت مفتی محمد امین عطاری قادری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو انوار وتجلیات سے مزین فرمائے اور ادارہ تحفظ عقائد اسلامیہ کے اراکین ومعاونین کو مفتی صاحب مرحوم کا مشن پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

پیش نظر مضمون کے لیے ادارہ کے متحرک وسرگرم رکن محترم جناب توفیق احمد قادری ضیائی جوناگڑھی صاحب [کراچی] نے بھرپور تعاون فرمایا، اللہ عزوجل ان کو اس کی جزا عطا فرمائے۔آمین

رپورٹس/خبریں/اشتہارات وغیرہ

1. مسلمانوں کی فتح اور مرزائی احمدیوں کی ہزیمت: [20 ستمبر 1919ء] از قاضی فضل احمد نقشبندی

2. مباحثہ ڈیریانوالہ اور مرزائیوں کی بے بسی: [20/نومبر 1919ء] از مولانا غلام احمد اخگر امرتسری
3. بغداد شریف میں مرزائیت کا خاتمہ از جمعیت حنفیہ حفظ الاسلام، بغداد شریف [20/فروری 1923ء]
4. موضع کھماچول اور قصبہ بلگہ ضلع جالندھر میں مرزائی مشرف با اسلام [20/فروری 1923ء]
5. مسلمانوں کی فتح اور مرزائیوں کی تازہ ترین شکست: [20/مئی 1924ء] از قاضی فضل احمد نقشبندی
6. قادیانیوں کا مناظرہ سے فرار از حافظ محمد صاحب [7/جولائی 1924ء]
7. قادیانیوں کا حملہ اہل سنت و جماعت پر ایک حنفی قتل اور متعدد زخمی ہوئے: [7/اگست 1924ء]
8. اعلیٰ حضرت امیر کابل کا شریعت پر بے نظیر عمل اور ایک مرزائی قادیانی مرتد کا رجم وقتل: [21/ستمبر 1924/]
9. مسلمانو- قادیان کے دھوکے اور فتنے سے بچو۔ مشتہران: شیخ حشمت اللہ، محفوظ الحق، مہر محمد خان، احمد علی خان [28/جولائی 1924ء]
10. کابل میں نعمت اللہ خان مرتد کی سنگ ساری- قادیانی کی جھوٹی پیشین گوئی اور مرزائیوں کی گریہ وزاری از قاضی فضل احمد نقشبندی [14/اکتوبر 1924ء]
11. قطعۂ تاریخ - واقعہ رجم نعمت اللہ خان مرزائی در کابل از مولانا غلام احمد اخگر امرتسری [21/اکتوبر 1924ء]
12. قابل توجہ علمائے کرام وامرا انام از مولانا امام الدین کوٹلوی
13. افغانستان میں دو اور مرزائیوں کو سنگ سار کیا گیا۔
14. مرزا غلام احمد قادیانی کی حدیث دانی - الفضل جواب دے مشتہر: حبیب اللہ کلرک امرتسری [28/اپریل 1925ء]
15. مسلمان ہوشیار رہیں مشتہر: حبیب الرحمٰن قادری بدایونی - دار العلوم شمس العلوم بدایوں شریف [7/مئی 1925ء]
16. مرزائی غور کریں۔ مشتہر: ابوالخیل عبدالعزیز بن مولانا محمد حسن صاحب مرحوم محدث حنفی نقشبندی، فیض پور کلاں- ضلع شیخوپورہ [14/مئی 1925ء]
17. استیصال مرزائیت- مرزائیوں کی کامل شکست [28/جنوری 1926ء]
18. فرقہ مرزائیت کی توبہ از چوہدری علی محمد ذیلدار علاقہ جموں [14/فروری 1927ء]
19. بھدروا میں دوسرا مناظرہ اور احمدی مشن کو دوبارہ شکست از عبدالخالق نقشبندی [7 نومبر 1927]
20. اخیر فیصلہ مناظرہ اور مرزائیوں کو شکست فاش از خواجہ قادر خطیب، بھدروا [7/نومبر 1927ء]
21. مناظرہ پٹھان کوٹ - مرزائیوں کو شرم ناک شکست از شیخ ابوبخش صاحب، سیکرٹری انجمن نظام المسلمین پٹھان کوٹ [14/دسمبر 1928ء]
22. موضع جلووال ضلع ہوشیار پور میں اور مسلمانوں اور مرزائیوں کا مناظرہ از قاضی فضل احمد نقشبندی [28/فروری 1929ء]
23. ڈپٹی کمشنر گورداس پور کا تہدید آمیز حکم [14/جون 1929ء]
24. احناف کی تازہ فتح از سید کرم حسین شاہ صاحب [28/اگست 1929ء]
25. مرزائی امت کو چیلنج مشتہر: مجلس خدام الاسلام، راول پنڈی [14/اکتوبر 1929ء]
26. مولانا عبدالکریم کا بیان - انسپکٹر پولیس نے کھلم کھلا قادیانیوں کی حمایت کی [7/مئی 1930ء]
27. خلیفۂ قادیان کی نمائندگی اور مسلمانان مزنگ کا عظیم الشان اجتماع [14/ستمبر 1930ء]
28. جلسہ حزب الاحناف لاہور پر پیغام صلح کا بے باکانہ حملہ از ماسٹر محفوظ خان صاحب ضلع روہتک [21/فروری 1933ء]
29. مرزائیوں سے فیصلہ کن مناظرہ [7/مئی 1933ء]
30. اکھنور ریاست جموں میں مرزائیوں کا فرار [21/مئی 1933ء]
31. کراچی میں علم وعرفان کی بارش اور مرزائیوں کی سرکوبی از محمد حسن [28/ستمبر 1933ء]
32. کراچی کے مرزائیوں کے چیلنج کا جواب از مولانا محمد بشیر کوٹلوی [7/اکتوبر 1933ء]
33. نیروبی میں مرزائیت کا جنازہ از محمد عبدالعزیز صاحب شیدا چشتی [28/مئی 1934ء]
34. فرقہ ضالہ مرزائیہ کی تمام کتابوں کو ضبط کر لیا جائے [14/مارچ 1936ء]
35. امرتسر میں مرزائی مبلغ کی ناکامی [14/جون 1936ء]
36. مدینہ منورہ میں مرزائیوں کا حشر [21/جون 1936ء]
37. ایبٹ آباد میں سنیوں اور مرزائیوں کا منازعہ- حکومت نے تبلیغ کانفرنس کو بند کر دیا [7/اکتوبر 1936ء]
38. اسلام کی شاندار فتح - مرزائیوں کا مناظرہ سے فرار [14/نومبر 1936ء]
39. موضع خوجیانوالی ضلع گجرات میں مرزائیت وخاکساریت کے خلاف عظیم الشان جلسہ [21/اگست 1939ء]
40. مرزائیوں کا بھانڈا سری نگر کشمیر کے چوراہے میں پھوٹا از ناظم انجمن اصلاح و تنظیم اسلامیہ علاقہ کمبوہ [7/جنوری 1946ء]
41. قادیانی مبلغ کا اہل حق کے سامنے مناظرہ و مباہلہ سے فرار از مسعود احمد [7/جولائی 1946ء]

مرزائیت سے توبہ کرنے والوں کے اعلانات

علمائے حق کی مساعی جمیلہ سے نہ صرف فتنۂ مرزائیت کی روک تھام ہوئی بلکہ کئی مرزائی حضرات راہ ہدایت پر آئے۔ الفقیہ میں ان کی خبریں اور کفر سے بریت کے اشتہارات وغیرہ وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے، ہم یہاں ان خبروں/ اعلانات کی تاریخ اشاعت درج کر رہے ہیں: 14/فروری، 28/جولائی، 1927- 14/اپریل، 1928- 7نومبر، 1929 - 21/جنوری، 1933- 7/اپریل، 21/ستمبر، 28/نومبر، 7دسمبر 1934- 14/مئی، 28/جون، 1936- 14/اپریل 1939۔

علاوہ ازیں الفقیہ کے دفتر سے کئی کتب تردید قادیانیت کے متعلق شائع ہوئیں اور کئی دیگر اشاعتی اداروں کی کتب کی ترسیل کی جاتی رہی، جس کے اشتہارات الفقیہ میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے، ان شاء اللہ اس کی مکمل تفصیل 'اشاریہ الفقیہ' میں پیش کی جائے گی۔ ❑❑

☆ ان حضرات کو امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی سے بھی خلافت حاصل تھی۔

اهم خبریں

دارالعلوم محمدیہ ممبئ کا ۳۸/رواں عظیم الشان جلسہ دستار فضیلت

بروز سنیچر بعد نماز عشا ۲۲/جون ۲۰۱۳ء قیصر باغ ہال ڈونگری میں دارالعلوم محمدیہ ممبئ کا ۳۸/رواں سالانہ جلسۂ دستار فضیلت تزک واحتشام کے ساتھ منایا گیا جس میں سینکڑوں علما ومشائخ اور ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مندانِ حضور اشرف العلما نے شرکت کی۔ آغاز جلسہ میں سنی دارالعلوم محمدیہ کے طلبہ نے اپنی مخصوص صلاحیتوں کا شاندار مظاہرہ کرتے ہوئے قرأت ونعت وتقاریر سے سامعین کو محظوظ کیا نیز افتتاحی تقریر میں حضرت مولانا اسرار بقائی صاحب نے فرمایا کہ حضرت مولانا سید اطہر علی صاحب ابھی پانچ دن کے دورے پر عراق، نجف گئے ہوئے تھے جہاں انھوں نے انٹرنیشنل کانفرنس (جس میں ۵۳/ممالک کے نمائندے شریک ہوئے تھے) اپنے خیالات کا اظہار کیا اور صحابۂ کرام واولیائے کرام کی بارگاہوں میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔

مقرر خصوصی حضرت مولانا سید محمد کلیم اشرف صاحب سجادہ نشین جائس شریف نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ رسالت پر پرمغز خطاب کیا۔

شہزادۂ حضرت اشرف الاولیا حضرت مولانا سید محمد جلا الدین قادر میاں نے اپنے پرجوش اور فکر انگیز خطاب میں فرمایا کہ حضور اشرف العلماء علیہ الرحمتہ والرضوان وقت کے عظیم مفکر اور مصلح قوم تھے آپ نے دارالعلوم محمدیہ قائم کر کے قوم وملت پر ایک عظیم احسان فرمایا ہے جو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔ کانپور سے تشریف لائے ہوئے مولانا حسیب اختر صاحب نے طلبہ کو بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا۔ بعدہ ناظم اعلیٰ دارالعلوم محمدیہ نے دارالعلوم محمدیہ کی سالانہ کارکردگی اور آمد وخرچ کا اجمالی خاکہ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ امسال شہزادۂ حضور اشرف العلما حضرت علامہ سید محمد نظام اشرف صاحب کی خصوصی توجہ اور دلچسپی کی وجہ سے طلبہ کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے ،طلبہ میں تقریری صلاحیت پیدا کرنے اور دیگر ہنر سے طلبہ کو آراستہ کرنے میں زبردست تعاون رہا اور حوصلہ ملا۔ موصوف نے فرمایا کہ امسال طلبہ کے مابین تقریری انعامی مقابلوں رکھے گئے طلبہ نے بیرونی مقابلے میں حصہ لیا اور نمایاں کامیابی حاصل کیں۔ آپ نے دہلی میں پی ایچ ڈی اور ایم اے کے طلبہ کا ذکر کرتے ہوئے دارالعلوم کے مزید عزائم پر روشنی ڈالی اور کہا کہ ان شاء اللہ امسال سے باؤلا مسجد میں فری کمپیوٹر کوچنگ عربی انگلش اور مراٹھی اسپیگ کی کوچنگ کلاسیس شروع کی جائیں گی آپ نے باؤلا مسجد کی عمارت کی تزئین کرنے پر دارالعلوم کے ٹرسٹی ساجد پٹھان کی خدمات کو سراہا۔

امسال دارالعلوم محمدیہ کے شعبۂ عالم سے ۱۸/شعبۂ حفظ سے ۲۲ اور شعبہ قرأت سے ۱۱ طلبہ کو سند ودستار سے نوازا گیا دارالعلوم سے متعدد طلبہ فارغ ہوئے جن کی تعداد بحمدہ تعالیٰ پانچ ہزار سے تجاوز کر چکی ہے۔ قاری رحمت اللہ اور دارالعلوم کے طلبہ کی قرأت و نعت سے جلسہ کا آغاز ہوا۔ اس پروگرام میں شاعر اسلام حضرت نسیم حبیبی کلکتوی، مولانا مشتاق تیغی اور مکرم کانپوری بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیہ نعت پیش کیا صاحبزادۂ کلیم اشرف میاں حضرت علامہ سید جمال الدین صاحب نے خصوصی طور پر سامعین کو اپنے کلام سے محظوظ کیا۔ پروگرام کے آخر میں مخدومہ زوجہ حضور اشرف العلماء کے سانحہ ارتحال پر اظہار تعزیت کیا گیا اور مجمع کے آمین کیساتھ آپ کے حق میں دعائے مغفرت کی گئی ساتھ ہی نبیرۂ حضور اشرف العلماء عزیزم سید وحید الدین اشرف میاں کے لیے خصوصی اور رقت آمیز دعائے صحت کی گئی۔

شہزادۂ حضور اشرف العلماء وسربراہ اعلیٰ سنی دارالعلوم محمدیہ مخدوم گرامی حضرت علامہ سید محمد خالد اشرف صاحب کے زیر صدارت اور شہنشاہ خطابت ملت حضرت علامہ ظہیر الدین خان صاحب صدالمدرسین دارالعلوم محمدیہ کے زیر قیادت اس عظیم الشان اجلاس میں حضرت علامہ توکل حسین حشمتی صاحب، حضرت علامہ مفتی سلیم اختر صاحب ،حضرت علامہ حضرت علامہ عبدالجبار ماہر القادری صاحب ،حضرت مولانا معین الحق صاحب ،مولانا جان محمد برکاتی صاحب، مفتی نعیم اختر صاحب ،مولانا ریاض احمد صاحب ،مولانا مفتی مجیب الرحمٰن صاحب ،مولانا نورالہدایٰ اشرفی صاحب ،مولانا شرف الدین صاحب، حضرت مولانا عرفان علیمی ، حضرت قمر رضا اشرفی ،حضرت مولانا اسرار بقائی صاحب، حضرت مولانا شاہد رضا صدر دارالعلوم محی الاسلام انٹاپ ہل ،حضرت مولانا ابو القاسم صاحب، حضرت مولانا الطاف صاحب، حضرت مولانا جاوید صاحب، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب ،مولانا جمال نوری صاحب، مولانا نظام الدین صاحب، مولانا عبدالحمید صاحب، مولانا شوکت علی حبیبی ،مولانا واجد علی، قاری عظمت اللہ صاحب ،قاری اسلام صاحب ،قاری صدیق صاحب ،مولانا نورالاسلام اشرفی صاحب، قاری جمشید عالم صاحب ،قاری اصغر علی صاحب ،قاری رحمت اللہ، قاری رفیق صاحب، مولانا نثارالدین اشرفی مولانا تحسین رضا نے شرکت کی۔

مشہور ملی سماجی رہنما سماجوادی پارٹی اور قوم مجلس شوریٰ کے صدر عالیجناب ابوعاصم اعظمی صاحب ایم ایل اے مولانا آزاد فاؤنڈیشن کے صدر اور ایم ایل اے جناب امین پٹیل صاحب، سماجی ملی رہنما اور مشہور تنظیم سیوا کے صدر ایڈوکیٹ جناب یوسف ابراہانی صاحب، جناب جاوید جنیجا صاحب کارپویٹر، ناریل واڑی قبرستان کے ٹرسٹی جناب سلیم پٹیل صاحب اور ان کے ساتھی نوجوان سوشلا اکٹیولسٹ عامر ادریسی، جناب سید مظہر علی رضوی اور معززین شہر نیز اتر پردیش، بہار وبنگال سے سیکڑوں مہمانان اور دارالعلوم کے سیکڑوں ابنائے قدیم نے شرکت سے جلسے کو رونق بخشی۔ بعدہ نائب صدر سنی دارالعلوم محمدیہ حضرت علامہ سید محمد نظام اشرف جیلانی کی دعاء وفاتحہ پر جلسہ اختتام پزیر ہوا۔

اس اجلاس کو مقرب بارگاہ حضور اشرف العلما عالیجناب ساجد پٹھان صاحب ٹرسٹی سنی دارالعلوم محمدیہ، جناب سلیم بھائی، جناب آصف زیروی والے، جناب محمد حسین، جناب رضا حسین، جناب نثارالدین، جناب ساجد ملباری ، جناب محمد حسین موتی والا اشرفی، جناب زین العابدین، جناب علی اصغر اشرفی، جناب ذبیح اللہ کا خصوصی تعاون حاصل رہا۔

تعلیمی ترقی کے لئے معیاری اداروں کا قیام وقت کا اہم تقاضہ

برکاتی فریٹرنٹی کی جانب سے شہر کانپور میں ایک عظیم الشان نیشنل سمپوزیم

برکاتی (Fraternity) کان پور کے ذریعہ منعقد یک روزہ نیشنل سمپوزیم کی صدارت وسرپرستی فرماتے ہوئے خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشین والبرکات ایجوکیشنل سوسائٹی، علی گڑھ کے صدر پروفیسر سید محمد امین قادری نے فرمایا کہ پچھلے ۲۰ سالوں میں اقلیتی ادارے قائم کرنے میں کافی پیش رفت ہوئی ہے جس کے مثبت اثرات اگلے آنے والے ۲۰/سالوں میں نکل کر معاشرہ کے سامنے آئیں گے۔ انہوں نے اپنے صدارتی خطبہ میں فرمایا کہ ہم کو بے حد سنجیدگی کے ساتھ حکومت ہند کی سچر کمیٹی کی سفارشات کو لائحہ عمل میں لانے کے لئے اقدامات کرنے ہوں گے۔ اگر حکومت صحیح معنوں میں اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے سنجیدہ ہے تو اس کا سب سے بڑا کام اقلیتوں کی تعلیم میں اپنا تعاون پیش کرنا ہے۔ انہوں نے برکاتی احباب کو ہدایت دیتے ہوئے کہا کہ ہمیں ضلعی سطح پر یکساں سوچ رکھنے والے مسلمانوں کی ایک انجمن قائم کرکے ملی مسائل پر غور وخوض کرنا چاہیے اور ان کے حل کے لئے باہمی اتحاد وتعاون کے ساتھ اقدامات بھی کرنا چاہیے۔ انہوں نے کان پور شہر میں ایک اعلیٰ درجہ کا انگلش میڈیم اقامتی اسکول قائم ہونے کی ضرورت پر بھی اظہار خیال کیا۔ انہوں نے کہا کہ آئندہ سالوں میں دسویں اور بارہویں جماعت میں ٹاپ کرنے والے طلبہ کو اور اسکولوں میں عمدہ کارکردگی پیش کرنے والے منیجروں کو سالانہ جلسہ منعقد کرکے برکاتی فرٹرنٹی اعزاز و اکرام پیش کرے گی۔

اس سمپوزیم کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ مولانا محمد قاسم حبیبی نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نعت پاک کا نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ اس موقع پر ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ کے امتحانات میں امتیازی نمبرات حاصل کرنے والے ہونہار طلبہ کو ''مرشد اعظم ہند'' ایوارڈ سے نوازا گیا۔ اس کے علاوہ ایم.ایم علی میموریل اسکول کی بہتر کارکردگی کے صلہ میں اس کے پرنسپل شکیل احمد انصاری کو ''اعتراف خدمات'' اعزاز پیش کیا گیا۔

سمپوزیم کی نظامت البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی، علی گڑھ کے جوائنٹ سکریٹری ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی نے فرمائی۔ انہوں نے اپنی گفتگو میں فرمایا کہ آزادی سے لے کر اب تک مسلمانوں کی سماجی واقتصادی پسماندگی کے پیچھے صرف اور صرف تعلیم کی خاطر خواہ عدم فراہمی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اقلیتی ادارے اور ان سے وابستہ افراد ابھی بھی صحیح سمت میں کام کرکے حکومتی تنظیموں سے فائدہ اٹھانے میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں کر پائے ہیں۔ جس کی وجہ سے صرف اور صرف ٹکنالوجی سے عمیق وابستگی اور جانکاری کا نہ ہونا ہے۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ بزنس اینڈ ایڈمنسٹریشن کے استاذ پروفیسر پرویز طالب نے ''ہندوستانی مسلمانوں کے تعلیمی مسائل اور ان کا تدارک'' کے عنوان سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کئی اہم مدعوں پر بات کی۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کی پسماندگی ایک مسلمہ حقیقت ہے جس سے ہمیں کسی قیمت پر انکار نہیں ہوسکتا۔ اس کی دو بنیادی وجوہات ہیں ایک تو امتیازی لیاقت کی کمی اور دوسرے مسلم عوام کی اکثریت کا تعلیم کے فوائد سے محروم ہونا، انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنے طلبہ کو مقابلہ جاتی امتحانات کے لئے آمادہ کرنا ہوگا۔ مثلاً نیشنل سرچ امتحان، نیشنل ڈیفنس اکیڈمی، آئی.آئی.ٹی اور سی.اے.ٹی ومختلف سرکاری عہدوں کے مقابلہ جاتی امتحانات وغیرہ میں طلبہ کا رجحان پیدا کرنا۔ انہوں نے کہا کہ ہونہار مسلم طلبہ وطالبات کو کبھی کبھی بروقت صحیح مشورہ نہ ملنے کی وجہ سے بھی اپنے مستقبل سنوارانے کا موقع نہیں مل پاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جن طلبہ کا رجحان تجارت میں ہے ان کو تجارت ہی کرنی چاہیے جس سے ترقی کے باب کھل سکیں۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ حقوق انسانی کے استاذ ڈاکٹر سید محبّ الحق نے ''ہندوستان میں مسلمانوں کی تعلیم کی جہت'' پر سیر حاصل مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ علم ایک فضیلت ہے اور اس فضیلت کو عظمتوں کے ساتھ سنبھال کر رکھنا ہمارا نصب العین ہونا چاہیے۔ گلوب لائزیشن کے دور میں لوگوں کی حقیقی آزادی بڑھ گئی ہے، قوموں کی پیداوار اور سماجی ضرورتیں زیادہ ہیں، آج ہماری قوم کی کم قسمتی ہے کہ ملک کی سب سے بڑی اقلیت ہونے کے باوجود ہم زندگی کے ہر قدم پر نمائندگی کے محتاج ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ مسلمان مناسب طور پر اپنی سماجی افادیت کو سمجھ نہیں پا رہا ہے، سچر کمیٹی رپورٹ نے گہرائی سے ہندوستانی مسلمانوں کی پسماندگی کی طرف اشارہ کیا ہے اور بہت اہم تدابیر بھی پیش کی ہیں۔ لیکن جب تک اس پر ایمانداری کے ساتھ لائحہ عمل طے نہیں کیا جائے اور اس کا نفاذ نہ ہو تب تک اس رپورٹ کی کوئی اہمیت نہیں اور نہ ہی یہ کارگزاریاں اقلیتوں کو سماجی اور اقتصادی میدان میں آگے کر پائیں گی۔ انہوں نے کہا کہ آج ضرورت ہے کہ ہماری قوم کے مذہبی اور سماجی قائدین تعلیم کی مہم چلانے کے لئے آگے آئیں۔ کیوں کہ عوام کا ایک بڑا طبقہ ان حضرات کا مطیع وفرماں بردار ہے لہٰذا ان تمام بارسوخ لوگوں کو اپنے ذاتی وسائل سے یا حکومت کی معرفت وسائل کی فراہمی کے لئے اپنی سنجیدہ کوشش کرنی ہوگی تاکہ اقلیت چیلنجز کا سامنا کرنے کی سکت رکھ سکیں۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی شعبہ اردو کے استاد پروفیسر صغیر بیگ نے ''صوبہ اتر پردیش میں اقلیتوں کا موجودہ تعلیمی نظام'' کے زیر عنوان اپنے مقالہ میں کہا کہ پچھلے بیس پچیس سالوں میں اتر پردیش میں اقلیتی تعلیم کے سلسلے میں لوگوں نے سنجیدہ طریقے سے سعی کی ہیں۔ جس کے نتائج مولانا محمد علی جوہر یونیورسٹی رامپور، انٹی گرل یونیورسٹی کانپور، البرکات ایجوکیشنل انسٹی ٹیوشنز علی گڑھ کے علاوہ اور بھی دیگر اچھے ادارے منصۂ شہود پر آئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یو.پی کے تعلیمی منظر نامہ پر البرکات نے اپنے تعلیمی معیار، تعمیراتی حسن، طلبہ کی اقامتی زندگی میں کردار کی تربیت، طلبہ میں تعلیمی امتیاز اور اعلیٰ تدریس کی فراہمی کے حوالے سے نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ہند بھی اپنا ایک امتیاز قائم کیا ہے۔

البرکات کے دسویں اور بارہویں جماعتوں کے تمام نتائج اسکول کے قیام سے لے کر اب تک امتیازی رہنا اور طلبہ کا مقابلہ جاتی امتحانوں میں کامیابی حاصل کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ اقلیتی ادارہ بہترین انتظامی امور سے مزین ہے اور انتظامیہ کی ایمانداری اور لگن کو بخیر وخوبی دکھاتا ہے۔ انہوں نے امید جتائی کہ آئندہ آنے والے وقتوں میں البرکات جیسے اور بھی ادارے صاحب حیثیت افراد کو قیام عمل میں لانے ہونگے تاکہ صوبہ اور ملک میں تعلیمی پسماندگی دور ہوسکے۔

البرکات ایجوکیشنل انسٹی ٹیوشنز کے کوآرڈینیٹر اور مولانا آزاد فاؤنڈیشن نئی دہلی کے سابق سکریٹری ڈاکٹر فہیم عثمان صدیقی نے ''اقلیتوں کے ادارے کیسے چلائے جائیں؟'' کے عنوان کے تحت کہا کہ ۱۹۲۰ء سے لے کر ۱۹۴۰ء تک مسلمانوں کی تعلیم کے

باقی صفحہ 13 پر